در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

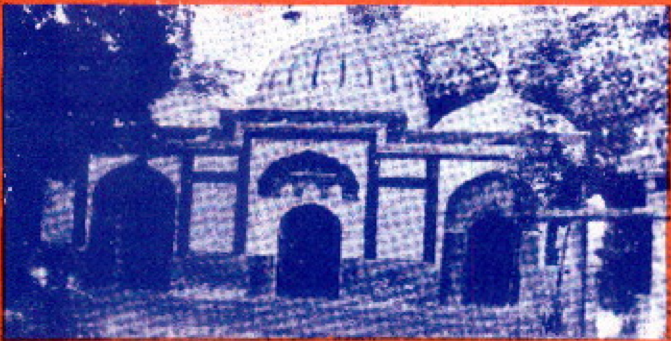

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۶۶-۲۶۷ — جلد نمبر ۲۳

۱۶ نومبر تا ۱۵ دسمبر ۲۰۰۳ء — شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رحمت للعالمین ﷺ	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	۳
۳	خطبات الحسنیہ (سیرت النبی ﷺ)	مدیر اعلیٰ	۴
۴	شہ لولاک ﷺ معراج کے آئینہ میں	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۱۵
۵	نعت رسول مقبول ﷺ	محبوب الٰہی عطاء	۲۵
۶	سیرت ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	مدیر اعلیٰ	۲۶
۷	بلگرامی صاحب کا نوجوانوں کے نام پیغام	ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی	۳۶
۸	غزل	مرتضیٰ عظیم	۴۷
۹	ارشادات غوث الصمدانی رضی اللہ عنہ	مرتبہ: سید کامران شاہ بخاری	۴۸
۱۰	بابائے مالاکنڈ عبدالحکیم قادری چشتی	شاہد ودود تبسم	۵۲
۱۱	تبصرہ کتب	سید اشرف بخاری	۶۲
۱۲	غزل	منظور حسین شور	۶۳

شذرہ

مسئلہ کشمیر اور بھارتی ثقافتی یلغار

اقبال ریاض

مسئلہ کشمیر پر مذاکرات کی توقعات کے ساتھ بھارت اور پاکستان میں تعلقات کو خوشگوار بنانے کی کوششوں کا آغاز ایک خوش آئند اقدام ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ صورتحال کچھ یک طرفہ سی نظر آ رہی ہے جبکہ بھارت پاکستان کو پریشان کرنے اور متعلقہ مسائل میں الجھانے کی کسی کوشش سے دریغ نہیں کر رہا۔ اس سلسلے میں پاکستان کی مغربی سرحد پر ہونے والے بعض واقعات خاصے غور طلب اور قابل توجہ کہے جا سکتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ بھارتی ثقافت اور روایات کی بھی ایک ایسی یلغار شروع کر دی گئی ہے جو ایک اسلامی مملکت کے باسی ہونے کی حیثیت سے ہماری روایات، تشخص اور یکجہتی کیلئے سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے اور اس سے ہماری نظریاتی سرحدوں کے بھی متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ بھارت میں حزب اختلاف کی لیڈر سونیا گاندھی نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ "بھارت کو پاکستان کے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پاکستانی خود ہی ہماری ثقافت کو قبول کرتے جا رہے ہیں لہٰذا وہ دن دور نہیں جب پاکستان پورے طور پر ہماری ثقافت میں رنگا نظر آئے گا"۔

اس سلسلہ میں یہاں اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ حال ہی میں ٹی وی کیبل آپریٹرز نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پاکستان میں ٹی وی کیبل استعمال کرنے والے اسی فیصد افراد بھارتی چینلز کے پروگرام دیکھتے ہیں۔ چونکہ حکومت نے اب بھارتی چینل پر پابندی لگا رکھی ہے لہٰذا اپنے اس دعوے کے پیش نظر ٹی وی کیبل آپریٹرز نے ہڑتال بھی کی اور یہ مطالبہ کیا کہ بھارتی چینلز پر پابندی کو ہٹا دیا جائے۔ ان کا یہ دعویٰ کہ اسی فیصد لوگ بھارتی چینلز پر پروگرام دیکھتے ہیں اگرچہ کسی طور پر بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ تاہم یہ بات غلط نہیں ہے کہ بھارتی چینلز پر کئی ایسے پروگرام بھی دکھائے جاتے رہے ہیں جن میں اسلامی روایات کو جھٹلانے کے مناظر بھی شامل رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانی ثقافت اور اسلامی روایات کو اجاگر کیا جائے اور اس راہ میں جو چیز بھی رکاوٹ ثابت ہو اسے ہٹانے اور ختم کرنے میں کوئی دقیقہ بھی فروگزاشت نہ کیا جائے۔

وطن عزیز پاکستان کی سالمیت، روایات، تشخص اور مذہبی اقدار کی حفاظت کیلئے نظریاتی سرحدوں کا استحکام بے حد ضروری ہے۔ جبکہ ملک کی جغرافیائی سرحدیں بھی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ سے ہی محفوظ اور مضبوط ہو سکتی ہیں۔

نعت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شاعرِ بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

اگرچہ شہرہ تجلائے بامِ طور کا ہے
کہاں وہ نور جو کاشانۂ حضور کا ہے

ہے کون ان کا جو سمجھے مقام بشریت
شعور کس کو حبیبِ خدا کے نور کا ہے

فقط بشر انہیں سمجھا اگر تو اپنی طرح
مغالطہ یہ تیرے ذہن کے فتور کا ہے

علیمِ کل کا جب ارشاد ہے وعلمک
نہیں اب علم انہیں کون سے امور کا ہے

چراغ آج جو روشن ہیں علم وحکمت کے
یہ سارا فیض، یہ سارا کرم حضور کا ہے

یہ آج روشنی تحقیق وارتقاء کی جو ہے
ظہورِ آگہی افروز ان کے نور کا ہے

بہ ہوش ان سے ہو دیوانگی کی حد تک عشق
یہ فیصلہ ہے جو الحق میرے شعور کا ہے

حضور میرا وظیفہ ہے آپ کی توصیف
میرا سوال فنِ نعت پر عبور کا ہے

نہ زادِ راہ کی کوئی کمی، بلائیں وہ جب
نہ کوئی مسئلہ درپیش نزد و دور کا ہے

صفا و لذتِ آبِ مدینہ کیا ہو بیاں
تمام ذائقہ طارقؔ مے طہور کا ہے

گزشتہ سے پیوستہ

خطبات الحسنیہ

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مدیر اعلیٰ

مرتبہ: حاجی منظور الٰہی

جناب صدیق اکبرؓ مقام نبوت سے واقف ہیں کہ مقام نبوت کیا ہے؟--- ایک معاہدہ ہوا جناب عمر فاروقؓ نے عرض کیا، کھڑے ہو کر عرض کیا، ادب سے عرض کیا کہ اس میں جو ایک شرط ہے یہ ناقابل قبول ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے دامن پکڑ کر بٹھا دیا اور کہا کہ جو نبی سمجھتا ہے، سوچتا ہے، کہتا ہے وہ صحیح ہے، ہم نہیں سمجھتے--- یہ کس کا مقام تھا، یہ صدیق اکبرؓ کا مقام تھا۔

صدیق اکبرؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، ہالہ بنا کر دیگر صحابہ کے ساتھ--- باہر سے ناواقف آ رہے ہیں، واقف آ رہے ہیں، دیکھتے ہیں جو بھی آتا ہے وہ صدیق اکبرؓ کو ملتا ہے۔ پھر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے، سمجھ گئے آپ لوگ میری بات۔ سوچنے کہنے لگے صدیق اکبرؓ کہ غلام کے پاس لوگ پہلے آ رہے ہیں، آقا سے بعد میں ملتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کیا کیا صدیق اکبرؓ نے! اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر کا دامن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کے اوپر تان دیا اور اپنے اس عمل سے آنے والوں پر ظاہر کر دیا کہ میں غلام ہوں اور یہ آقا ہیں۔

یہاں پر ایک بات بتاؤں کہ ایمان تازہ ہو جائے۔ اس واقعہ سے علماء ظواہر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صدیق اکبرؓ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کیا، احترام کیا۔ مگر میرے استاد محترم نے اس واقعہ سے ایک عجیب نقطہ نکالا، اللہ تعالیٰ ان کا پہلو پہلو جنت میں کرے، فرماتے ہیں کہ ظالموں تم سمجھتے نہیں، ذرا ملائیت سے نکلو اور سوچو کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ فنافی الرسول تھے۔ صدیقؓ فنافی الرسول

تھے مگر دیکھو نبی کا عروج ہے اور صدیق کا نزول ہے پھر بھی اقرار غلامی کرتے ہوئے اس کیفیت میں بھی اپنے نزول کو قائم رکھا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

یہ ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ! کیا کیا باتیں آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سناؤں، راتوں کی راتیں گزر جائیں مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل مکمل نہ ہوں۔ آپ محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات دیکھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محمدیت دیکھا لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور مقام محمدیت کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ غور کرتے رہے، غور کرتے رہے اور غور کرتے رہے اور بالآخر فرمایا ما عرفنک حق معرفتک اے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم تیری معرفت کو نہ پاسکے۔

غور کریں کہ ہم لوگ کیا ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعریف کیا کریں گے۔ ہم اس لئے تعریف بیان کرتے ہیں کہ ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذریعہ، کہیں اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کا ذریعہ پیدا ہو، کوئی وسیلہ پیدا ہو جائے جس سے ہم ان گناہوں کے دامن کو دھو سکیں۔

پیارے محبوب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور ذات اقدس کو اگر سمجھنا ہے تو قرآن میں پاؤ گے نہ کہ کسی دوسری چیز میں۔ نہ عالم کا علم، نہ عارف کی معرفت، نہ صحابی کی صحابیت، نہ تابعی کی تابعیت، نہ غوث کی غوثیت، اگر کوئی چیز ہے تو وہ اللہ ہی ہے جو اسے سمجھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات اقدس ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو جانتی ہے کہ حضور کا علم کتنا ہے۔ حضور کی معرفت کو جانتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو جانتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا ہے۔ کیونکہ وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتا ہے، یہ کس نے کہا؟ جواب دو کس نے کہا --- یہ رب العزت جل جلالہ کا فرمان ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے (ترجمہ از کنز الایمان)

جس نے رحمت للعالمین بنایا ہے وہ جانتا ہے کہ کیا رحمت تھی، ہاں

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ع (الاحزاب ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا کہ پیارے محبوب ﷺ تم میں کسی کے والد نہیں مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کسی مرد کے والد نہیں، لڑکیوں کے والد تھے، وہ بھی سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے۔ لڑکی بھی کیسی لڑکی، فرمایا وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے دکھ دیتا ہے وہ مجھے دکھ دیتا ہے اور جو مجھے دکھ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو دکھ دیتا ہے۔ سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا کا کیا مقام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے جو مقام آپ کو عنایت فرمایا عورتوں میں وہ کسی کا مقام نہیں۔ کسی عورت کا وہ مقام نہیں جو جگر گوشہ رسول ﷺ کا ہے۔

بات وہیں سے شروع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں۔ تم فقط یہی سمجھتے ہو کہ محمد بن عبداللہ ہیں، تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کا چچا ہے، تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کی ماں ہے، ان کی پھوپھی ہے، تم نے یہ سمجھا کہ وہ مکہ میں پھرتے ہے، تم نے یہ سمجھا کہ انہوں نے مدینہ میں ہجرت کی ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ وہ کون ہے وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ فرمایا وہ تو میرا رسول ہے، تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے وما محمد الا رسول۔ تم مقام محمدیت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے مگر اتنا سمجھ لو کہ وہ اللہ کا رسول ہے وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ صرف رسول ہی نہیں، وہ ایسا نبی ہے، جس کے بعد کسی نبی نے آنا ہی نہیں ہے۔ اب بتاؤ کیا مقام ہے پیارے محبوب ﷺ کا۔ ایک طرف رحمت للعالمینی کی شان عطا فرمائی، ایک طرف خاتم النبینی کی شان عطا فرمائی، ایک طرف اور بھی زیادہ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ(۴۵) وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب ۴۶)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (ترجمہ از کنزالایمان)

یہ کون ہے، یہ شان دینے والا ہے، جو شان دے رہا ہے، وہ جانتا ہے کہ میں کس کو کیا شان دے رہا ہوں۔ فرمایا اے نبی کریم ﷺ سب سے پہلی شان نبوت کی یہ ہے، سب سے پہلی شان نبوت کی یہ ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا، اے نبی کریم ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ گواہ کون ہو سکتا ہے گواہ وہ ہوتا ہے کہ جو آنکھوں سے دیکھے، جو کانوں سے سنے، تمیز کر سکے کہ بات صحیح ہے یا نہیں۔ گواہ کون ہوتا ہے گواہ وہ ہوتا ہے جو آنکھوں سے دیکھتا ہے، گواہ کانوں سے سنتا ہے، گواہ محسوس کرتا ہے کہ یہ کام ہو رہا ہے۔ گواہ وہ ہوتا ہے جو حائل نہ ہو، گواہ اندھا نہیں ہو سکتا، گواہ بینا ہوتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں ''رسول شما بر شما گواہ است''۔ فرمایا تمہارا رسول تم پر گواہ ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ حضور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک دیندار اپنے دین کے اندر کون سے مقام کا مالک ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا کہ حضور ﷺ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک منافق اپنے ایمان کے اندر نفاق کے کتنے حجابات لئے ہوئے ہے۔ حضور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا نفاق کس درجے کا ہے۔

پیارے محبوب ﷺ کو فرمایا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا ہم نے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ کیسا گواہ وَمُبَشِّرًا خوشخبری سنانے والا، وَنَذِیْرًا اور ڈرانے والا۔

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ مشیت ایزدی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلانے والا وَسِرَاجًا ایسا چراغ ہے کہ اس سے چراغ جلتے ہیں۔ فرمایا جتنے چراغ ہیں حضور ﷺ کے چراغ سے جلتے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک جلتے رہیں گے۔ کہیں اجمیر شریف میں جل رہا ہے، کہیں بغداد شریف میں جل رہا ہے، کہیں کربلائے معلی میں جل رہا ہے، کہیں نجف اشرف میں جل رہا ہے--- وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا --- حضور ﷺ وہ چراغ ہیں میرے بھائیو، ذرا غور کرو اس بات پر!۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

میرے استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن مبارک تک حضور ﷺ معجزہ تھے۔ ہاں میرے بھائیو! سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک حضور ﷺ معجزہ تھے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (النسآء ۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا یٰاَیُّھَا النَّاسُ اے انسان (معجزہ کی ضرورت تو سب کو پڑتی ہے مگر مومن معجزہ کا محتاج نہیں ہوتا) مومن تو ایمان لایا ہے، مومن پیارے محبوب ﷺ کی ذات کو مانتا ہے، معجزہ نہیں مانتا ہے۔ کافر معجزہ مانتا ہے۔ ایک کافر ہڈی لے کر گھڑی گھڑی حضور ﷺ کے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے حضور ﷺ کیا یہ ہڈی دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے، یہ کون کہتا ہے، یہ کافر کہتا ہے۔ کافر کہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میں بتاؤں کہ یہ کیا ہے یا یہ چیز جو تیرے ہاتھ میں وہ بتائے کہ میں کیا ہوں۔ کافر نہیں مانتا مومن مانتا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں، راستے میں ابو جہل ملتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ تمہارا جو یار ہے، حطیم میں بیٹھا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں آن کی آن میں بیت المقدس گیا۔ بیت المقدس سے پہلے آسمان پر، دوسرے آسمان پر اور تیسرے اور چوتھے آسمان پر پھر ساتویں آسمان پر۔ میں نے جنتیں دیکھیں، دوزخیں دیکھیں، میں عرشِ عظیم پر گیا اور پھر اللہ جل جلالہ سے میں نے ملاقات کی ہے۔ ابھی کہتا ہے کہ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں --- استغفر اللہ، معاذ اللہ --- وہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ کیا فرمایا مومن نے، کیا فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے، تمام امت کا ایمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان پر قربان! کہا اے ابو جہل اگر یہ بات تو اپنی طرف سے کر رہا ہے تو بالکل جھوٹ ہے اور اگر یہی بات میرا محبوب ﷺ فرما رہا ہے تو وہ اسی طرح سچی ہے جس طرح سے سورج نظر آ رہا ہے۔ یہ کون ہے؟ یہ مومن ہے، مومن مانتا ہے اور کافر جو منافق ہے وہ کرامت مانتا ہے نہ ہی معجزہ پر اس کا یقین ہوتا ہے۔

مگر جو مومن ہے وہ معجزہ بھی مانتا ہے اور کرامت بھی مانتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ مردے زندہ ہو

سکتے ہیں، بارہ برس کی ڈوبی ہوئی بیڑی تر سکتی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کشکول میں انا ساخر کی پوری جھیل آسکتی ہے۔

حضرت پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسوی کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بارہ برس کی ڈوبی ہوئی بیڑی تر آئے۔ کیا فرماتے ہیں پیر پٹھان؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ تو لکڑی کی بیڑی تھی، یہ فقیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر کی ساختہ ڈوبی ہوئی بیڑی بارہ برس کے بعد ترا سکتا ہے، یہ کرامت ہے۔ مومن معجزہ بھی مانتا ہے، مومن کرامت بھی مانتا ہے۔ منافق نہیں مانتا، منافق نہیں بننا چاہئے، مومن بننا چاہئے۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں تشریف فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بیت اللہ شریف کی اور حطیم کی زیارت نصیب فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں، یہ ہوا، وہ ہوا، سامنے سے پیارا آگیا۔ سامنے سے محبوب آگیا ہے۔ سامنے سے وہ آیا جو بن دیکھے تصدیق کرتا تھا۔ جو بن سنے تصدیق کرتا تھا، وہ سامنے سے آیا، ابھی دور ہی تھی۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا انت صدیق انت صدیق انت صدیق ۔ تین دفعہ فرمایا اے ابوبکر صدیق تو بن دیکھے تصدیق کرتا ہے تو صدیق ہے۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب عنایت فرمایا۔

میرے بھائیو! اب ذرا اپنا عقیدہ بھی بیان کرتا چلوں۔ الحمد للہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں، اگر ہماری ایک آنکھ اہل بیت عظام علیہم السلام ہیں تو دوسری آنکھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر ہمارا قلب ہمارا دل اہل بیت ہیں تو دماغ ہمارا اصحابہ کرام ہیں۔ اگر ہماری روح اہل بیت ہے تو ہمارا جسم صحابہ کرام ہے۔ جتنا پیار و محبت ایک سچے مومن کو صحابہ کرام کے ساتھ ہے اتنا ہی پیار و محبت اور عقیدت اہل بیت عظام سے ہے۔

اہل بیت عظام ہماری آنکھوں کا نور ہیں تو صحابہ کرام ہمارے سر کا تاج ہیں۔ اہل بیت عظام نوح کی کشی ہیں، اہل بیت عظام کیا ہیں، نوح کی کشتی ہیں جو اس کشتی میں سوار ہوگیا، بچ گیا جو سوار نہیں ہوا، غرق ہوگیا۔ صحابہ کرام ستارے ہیں اور ان ستاروں کی لو میں جو چلتا ہے، منزل پالیتا ہے۔ الحمد للہ یہی اہل

سنت والجماعت کا مذہب ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اولیاء کرام کو بھی مانتے ہیں، انبیائے کرام پر بھی ان کا ایمان ہے، پیارے محبوب ﷺ پر توان کا ایمان کامل ہے۔

اب میں ایک مسئلہ بیان کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ وقت بہت ہو گیا ہے۔ بہت غور سے سنو میری بات اور اسے اپنے پلو سے باندھ کر ساتھ لے جاؤ۔ یہ بات کرتے ہیں، یہ مخالفینِ عظمتِ رسول کہتے ہیں، مخالفینِ شانِ رسول کیا بات کرتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ یہ صوفی لوگ جو ہیں، جو اولیاء کرام کو ماننے والی مخلوق ہے، یہ حضور ﷺ کی اتنی تعریف کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو خدا بنا دیتے ہیں یہی بات کرتے ہیں، ٹھیک ہے، یہی بات کہتے ہیں اب میں آپ کو اپنا عقیدہ بتاؤں یعنی اہل سنت والجماعت کا، صوفیائے کرام کا عقیدہ، اپنا عقیدہ، آپ سب کا عقیدہ۔

علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ''تفسیر البیان'' فرماتے ہیں کہ دیکھو حضور ﷺ کا علم اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں کتنا فرق ہے، جب ہم حضور پاک ﷺ کا علم بیان کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے بخشے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے دیئے ہوئے علم جو حضور ﷺ کو عطا ہوا ہے جو حضور ﷺ کو دیا گیا ہے جو حضور ﷺ کو بخشا گیا ہے اس کی کوئی حد نہیں۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے! مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے۔

اب بات کو سمجھئے، ہمارا عقیدہ ہے --- یہ اس لئے بتاتا ہوں کہ آج کل لوگ بڑا فریب دیتے ہیں، آج کل یہ بڑی بڑی مسجدوں پر قابض ہیں، یہی لوگ سٹیجوں پر آتے ہیں تو ایسی باتیں کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا علم ایسا ہے جیسے سات سمندر بلا تشبیہ، یہ صرف سمجھانے کیلئے کہ اللہ جل جلالہ کا علم اتنا ہے جتنا کہ سات سمندر اور پیارے محبوب ﷺ کا علم اتنا ہے کہ سات سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اب بتاؤ کہ ہم حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں۔ یہ بہتان ہے ہم لوگوں پر۔ اب آگے آؤ حضور ﷺ کا علم اس طرح سمجھو کہ سات سمندر حضور ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر صرف ایک قطرہ۔ اور دیگر انبیاء کے علم کے مقابلہ میں حضور

حضور ﷺ کا علم سات سمندر کے برابر ہے اور ان دیگر تمام انبیاء کا علم حضور نبی کریم ﷺ کے علم کے مقابل ایک قطرہ کی مانند ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں حضور ﷺ کا علم ایک قطرہ ہے، اور حضور پاک ﷺ کے سامنے تمام انبیاء کا علم سات سمندروں کے مقابل کے ایک قطرہ کی مانند ہے، اور انبیاء کا علم تمام انسانیت کے لئے سات سمندر کے علم کے برابر ہے، انسانیت سے مراد وہ تمام مخلوق ہے جو کہ پہلے گزر چکی ہے اور بعد میں آئے گی۔

علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تشریح کی ہے فرمایا جیسا ایک قطرہ ہے انبیاء کرام کا سات سمندر اور باقی تمام انسانیت کا علم قیامت تک جتنے بھی آئے گی وہ ان کے مقابلہ میں ہے اتنا کہ ایک قطرہ، الحمد للہ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ہر چیز کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے، یہ دھوکہ دیتے ہیں، یہ فریب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ مخالفین کے فریب سے ہمیں بچائے۔ شانِ عظمت رسول پاک ﷺ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور ﷺ کا ادب، حضور ﷺ کا احترام تب ہم سمجھیں گے جب اہل اللہ کے ساتھ بیٹھیں گے، جب کسی اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، جب کسی نیک اور بزرگ (وہ لوگ جن کا دل اللہ جل جلالہ کے ساتھ سچا ہو، جن کا دل حضور پاک ﷺ کے ساتھ سچا ہو، جن کا دل اپنے سلاسل کے ساتھ سچا ہو) کی مجلس میں جائیں اور پھر سمجھ جائیں گے کہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ کتنا سچا عشق پیدا ہوگا۔

اب حضور ﷺ کی ولادت مبارک کے متعلق کچھ عرض کرتا جاؤں۔ حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، کس شان سے آئے، جاؤ حضور ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھو، کیا فرمایا کہ جب حضور ﷺ کے تشریف لانے کا وقت تھا، ایسا نور ظاہر ہوا کہ --- کیسا نور؟ فرمایا میرے گھر سے لے کر آسمان تک۔ فرمایا ایسا نور ظاہر ہوا، جس سے مشرق بھی روشن ہوا، مغرب بھی۔ فرمایا ابھی تشریف نہیں لائے تو حضور ﷺ کے نور سے والدہ نے مشرق بھی دیکھا، مغرب بھی دیکھا۔ میرے بھائیو! اور نور کیا ہوتا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

فرمایا وقت ہے حضور ﷺ کی پیدائش مبارک کا۔ فرمایا جیسے ماؤں کو تکلیف ہوتی ہے، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جیسے ماؤں کو بچے کے پیدائش کے وقت تکلیف ہوتی ہے مجھے اس کا کوئی احساس نہیں ہوا اور فرمایا ایسا بچہ پیدا ہوا جس کو نہلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ نہلایا ہوا پیدا ہوا، وہ بچہ پیدا ہوا جسے تیل لگانے کی ضرورت نہیں تھی، سر پر تیل لگا ہوا تھا، وہ بچہ پیدا ہوا (اللہ اکبر، اللہ اکبر) جس کے ہونٹ ہل رہے تھے جب غور سے دیکھا تو وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھدان محمد عبدہ و رسولہ انگلی اٹھائے ہوئے وہ بچہ پیدا ہوا۔ ملاحظہ کیجئے کس شان سے حضور نبی کریم ﷺ اس عالم ہست و بود میں جلوہ افروز ہوئے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

پیدائش کے وقت فرمایا، آسمان سے نور برس رہا تھا، صلوٰۃ وسلام اور درود پڑھا جا رہا تھا۔ کہیں حضرت آسیہ آ رہی ہیں، کہیں حضرت مریم آ رہی ہیں، کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام آ رہے ہیں، کہیں حضرت نوح علیہ السلام آ رہے ہیں، کہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام مبارکیں دے رہے ہیں، کہیں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ مبارکیں دے رہے ہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

ایسا بچہ پیدا ہوا جو جھولے میں جدھر ہاتھ اٹھاتا ہے، چاند بھی ادھر کا رخ کرتا ہے جدھر انگلی ہلاتا ہے چاند ادھر جاتا ہے۔ کیسا بچہ پیدا ہوا، نور پیدا ہوا، کروڑ ہا برس وہ نور جو سجدہ میں رہا، وہ نور جس کا نام احمد تھا، کروڑ ہا برس جو سجدہ میں حمد بیان کرتا رہا --- احمد، حمد بیان کرتا رہا، میں تعریف بیان کرتا ہوں کروڑ ہا برس وہ نور سجدہ میں پڑا رہا، حمد بیان کرتا رہا، پیدا ہوا تو محمد بن گیا، تعریف کیا گیا۔ عالمِ فانی میں جلوہ نمائی سے قبل اپنے خالق جل جلالہ کی تعریف بیان کرتا رہا۔ اور اب قیامت تک وہ تعریف کیا جاتا رہے گا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ --- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

حضور ﷺ تشریف لائے اور ان کا نام محمد رکھا گیا۔ نہ باپ کا سایہ سر پر اور مشفق دادا اور مہربان والدہ کا سایہ بھی بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا مگر آپ کا وجود باوجود تمام امت کیلئے سایہ رحمت۔

جناب عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ ایک وقت آیا جب یہ کہا گیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگی۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا، جناب عمر ؓ سے پوچھا، جناب عثمان سے پوچھا، جناب علی المرتضیٰ سے پوچھا۔ حضور ﷺ جانتے تھے، سب کچھ قرآن میں آتا ہے، سب کچھ حضور ﷺ کو علم تھا مگر تسلی نہیں تھی کہ قیامت تک آنے والی مخلوق جو تہمت لگی ہے اس کی صفائی بیان کرتی رہے گی۔ اسلئے صحابہ ؓ سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟۔ جواب دیا حضرت عمر فاروق ؓ نے کہ اے پیارے محبوب ﷺ اللہ جل جلالہ نے آپ کا سایہ زمین پر گرنے نہیں دیا کیونکہ اس لئے کہ کہیں کوئی ناپاک قدم اس پر نہ پڑ جائے۔ جناب فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کا وجود کسی ایسے وجود سے لگے جس پر تہمت ہو۔ لہٰذا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاک ہیں، حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا، ایسا بچہ پیدا ہوا، ایسے حضور تشریف لائے جن کا سایہ ہی نہ تھا مگر وہ سائبان امت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کیلئے اس کا رحمت للعالمینی والا سایہ بنا دیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

صل اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ

صل اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ

اور اب آخری بات حضرت حسان ؓ کی بتاؤں۔ حضور ﷺ نے منبر بچھوایا، بتاؤں کہ نعت خوانوں کا کیا مقام ہے۔ حضرت حسان حضور ﷺ کے نعت خوان تھے۔ بہت اونچا مقام ہے نعت خوانی کا۔ حضور ﷺ نے منبر بچھوایا اور جناب حضرت حسان ؓ کو اس کے اوپر بٹھا دیا اور کہا کہ کرو تعریف میری، اے نعت خوانو نعتیں پڑھو

یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

خوب یا رسول اللہ پڑھاؤ لوگوں کو! حضرت حسان ﷛ نے حضور ﷺ کی تعریف ان الفاظ سے شروع کی، فرماتے ہیں حضرت حسان ﷛ کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو کسی ماں نے آج تک نہیں جنا۔ کسی ماں نے آج تک ایسا بیٹا پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ کون کہتا ہے؟ یہ حضرت حسان ﷛ فرما رہے ہیں اور حضور ﷺ مسکرا رہے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں اے میرے اللہ جل جلالہ تائید کر حسان ﷛ کی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ۔ مدد کر حسان کی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ۔ اے اللہ جبرئیل علیہ السلام کو اس کے ساتھ کھڑا کر دے، جس طرح وہ میری مدح کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ پیارے محبوب ﷺ کی محبت نصیب فرمائے، پیارے محبوب ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اور اہلِ محلہ کو برکتیں عطا فرمائے جنہوں نے ایسی مجلسوں کا انعقاد کیا (یہاں حافظ صاحب سے مراد حافظ خورشید صاحب مرحوم ہیں)۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ۔ دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ۔

جب حضور ﷺ کا ذکر ہو بلائیں ٹل جائیں گی، آفتیں دور ہوں گی۔ بیماریوں کو اللہ تعالیٰ دفع کر دیتا ہے اور آفتوں کو ٹال دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کی رحمتوں کا اتنا ہی نزول ہوتا ہے جتنا ذکر خیر حضور پاک ﷺ کا ہوتا ہی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ برکتیں عطا فرمائے جو ایسی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں، پھر ان کی بڑی مہربانی کہ ہم جیسے فقیروں کو ایسی مجلسوں میں بلاتے ہیں، ان کی کمال مہربانی کہ اس محفل میں ہم عاجزوں کو بلایا، ہم بڑے گنہ گار ہیں، ہم بڑے روسیاہ ہیں۔ اللہ جل جلالہ ہم گناہگاروں کو معاف فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم عاجزوں پر رحم فرمائے۔

(ختم شد)

قسط نمبر ۱۰

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے آئینہ میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

آیئے دیکھتے ہیں کہ سرور دنیا و دیں، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام ع س مسلم کن الفاظ میں نبی آخر الزمان ﷺ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے

محمد کہ حکمت کا ہے آبشار
محمد سے علم و ہنر کو نکھار
محمد سے فکر و نظر آب دار
محمد سے ہی معرفت کی بہار
درخشندہ ادراک کی راہ گزر
ہری دانش و فہم کی کشت زار
محمد سے روشن فنون و حِکم
یقین و خرد کے سراپا و یم
محمد مجسم خدا کا جمال
یہ نور ازل تا ابد لازوال
محمد سے علم و ہنر کا کمال
محمد ہے مخلوق میں بے مثال
محمد سا ہو گا، نہ کوئی ہوا
مکمل بشر شاہکار خدا

اشارے ہیں کہ محبوب رب العالمین سرور دنیا و دیں، رحمت للعالمین، آقائے مرتضیٰ، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات ہست و بود میں تخلیقاتِ الہیہ کے ایک نادر روزگار شہکار ہیں جو بشریت کے مکمل ترین معیار کے لحاظ سے بشریت کے اس ارفع مقام پر فائز ہیں جو بلا ریب فہم انسانی کے ادراک سے ماوراء ہے۔

شاعر حضور نبی رحمت للعالمین ﷺ کی مختلف صفات عالیہ کی وضاحت انتہائی دل پزیر انداز میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ حکمتِ الہیہ کی ایسی ترنم ریز آبشار ہیں کہ جس کی دھنک رنگ پھوار کے ہر شبنمی قطرے سے علم و حکمت، فکر و نظر، دانش و فہم، معرفت و طریقت، یقین محکم، ادراک و خرد کے سوتے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ رسول معظم ﷺ خالق برحق کے حسن و جمال کا دلفریب پیکر

ہیں۔ حضور ﷺ کا ایک دوسرا ثناء خواں اقبال صفی پوری آپ ﷺ کے کمال بشریت کو نہایت جامع اور پر معنی الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

خدا نہیں مگر مظہر خدا ہیں رسول | بلندی بشریت کی انتہا ہیں رسول

رسالت مآب ﷺ کے ایک دوسرے غلام انور صابری حضور نبی کریم ﷺ کے مقام بشریت کی عظمت کا ذکر یوں کرتے ہیں

خدا کے بعد سبھی کچھ کہو، خدا نہ کہو

ع س مسلم اپنے ایک شعر میں حضور ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں

محمد مجسم خدا کا جمال | یہ نورِ ازل تا ابد لازوال

اللہ پاک حسن و جمال کا منبع و مرکز ہیں۔ اللہ جمیل و یحب الجمال کے مبارک الفاظ اس صداقت پر شاہد ہیں بلکہ اگر اس حقیقت کی نقاب کشائی کی جائے کہ اللہ جل جلالہ حسن و جمال کا مخفی خزانہ ہیں کہ جس کے اندر چھپے ہوئے متنوع خزینوں اور محیر العقول دفینوں کی حقیقت اور ماہیت کی کنہہ تک پہنچنا، انسانی فکر و فہم کے بس سے باہر ہے۔ رب العزت نے ایک حدیث قدسی میں اس ابدی صداقت کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔

کنت کنزا مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا (میرے اندر اس چاہت کی خواہش نے جنم لیا کہ میں ایسا کام کر گزروں جس سے میں پہچانا جاؤں، اسی جذبہ خودنمائی کی تسکین کی خاطر) میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔

بقول حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال حسنِ کامل کو بے نقاب کرنے کی خاطر اللہ پاک نے کائنات عالم کی تخلیق کی اور اپنے حسن دلفریب و دلربا کو مخلوق کی خاطر بے حجاب کیا تاکہ حصول جمال کی چاہت رکھنے والے اپنی فطری خواہش کو حاصل کر کے بامراد ہو سکیں، یہی منشاء ایزدی ہے۔ فخلقت الخلق میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لاریب ہمارے رسول مکرم ﷺ اللہ پاک کے بندۂ خاص ہیں، اس لئے کنز مخفی کے اسرار و رموز

رب العزت نے شب اسریٰ ان پر منکشف کر دیئے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نہ صرف اسرار و عجائبات الٰہی کے راز داں تھے بلکہ آپ ﷺ حامل تھے صناع ازل کے حسن و جمال کی تمام لطافتوں، دلکشی اور دلربائی کی تمام صباحتوں، ندرت صناعی کی تمام ترملاحتوں، عظمت و جلالت شان کی تمام رنگینیوں اور دلفریبیوں غرضیکہ ان تمام اعلیٰ و ارفع صفات اور درخشندہ کمالات کے جو خداوند جل جلالہ و عم نوالہ کے خزانہ غیب میں جذبہ خودنمائی کے اظہار کیلئے ہر لحظہ جنم لیتے رہتے ہیں۔

غرضیکہ حضور ﷺ جو مقام عبد کے تاجدار تھے اپنی صفات رفیعہ اور خصوصیات عالیہ کی بنا پر اللہ پاک کی نادر روزگار تخلیقات میں حسین و جمیل شہکار تھے۔ ایسا شہکار جس کی مثال خالق اکبر نے پیدا ہی نہیں کی۔ حضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خوبصورت شعر اس ضمن میں انتہائی برمحل ہے، فرماتے ہیں

لم یات نظیرک فی نظر | مثل تو نہ شد پیدا جاناں

یعنی اے خالق انس و جان کے پیارے حبیب ﷺ! کائنات میں ڈھونڈے سے بھی مجھے آپ جیسا دوسرا نظر نہیں آیا اور نظر بھی کیسے آتا کہ آپ جیسا کوئی دوسرا دنیا میں پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ اللہ پاک اپنی شان الوہیت میں واحد و یکتا اور لاشریک ہے اس طرح اس کا محبوب مکرم بھی اپنی شان نبوت میں وحدہ لاشریک ہے۔ وحدہ لاشریک خدا کا بندہ خاص (ﷺ) بھی رب العزت کی عنایت سے وحدہ' لا شریک ہے۔

محمد مجسم خدا کا جمال | یہ نورِ ازل تا ابد لازوال

خالق اکبر کے محبوب خاص ﷺ نور خداوندی کا مظہر ہیں، اس مسلمہ حقیقت پر قرآن پاک کی یہ آیت گواہ ہے۔

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ ۱۵) ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (ترجمہ از کنزالایمان)۔

اے مسلمانو! بلا ریب تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (یعنی سرکار دو عالم ﷺ) اور ایک کتاب (یعنی قرآن پاک) مبعوث کی گئی ہے۔

حضور ﷺ نور السمٰوٰت والارض یعنی نورِ ازل کا پرتو ہیں جس کی مثال طاق میں رکھے ہوئے ایک روشن چراغ کی مانند ہے جو دُرِّ آبدار کی طرح چمکدار ستارے (یعنی قندیل) کے اندر فروزاں ہے۔

بلاتشبیہ حضور ﷺ کا رخِ انور اس درخشندہ قندیل کی مانند ہے جس کے اندر نورِ ازل کی تابندہ چمک کا خیرہ کن پَرتو ہے جو کائنات میں ہر سمت نورانی کرنیں منعکس کر کے دنیا کو رشد و ہدایت کی روحانیت سے بقعہ نور بنا رہی ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فیضانِ نبوت ابد تک تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی ایک ایسے عبقری زمان کی مانند ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ایک نمایاں اور منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ مشت نمونہ از خروارے ذیل میں حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے چند نمایاں پہلوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ تمام انبیاء کے سردار تھے، شب اسریٰ تمام انبیاء کرام نے مسجد اقصیٰ میں آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ انبیاء کی امامت کا شرف حضور ﷺ کیلئے ایک بڑا اعزاز ہے جو کسی دوسرے نبی کو نصیب نہیں ہوا۔

آپ ایک عظیم سربراہ مملکت تھے، آپ خداداد انتظامی صلاحیتوں کی بدولت نوزائیدہ اسلامی مملکت کی ایڈمنسٹریشن کی داغ بیل ڈالی۔

آپ ایک سچے اور کھرے ہادی و رہبر تھے، آپ نے اپنے کردار اور اخلاق کریمہ کی بدولت لوگوں کے سامنے زندگی بسر کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا اور انہیں اَطِیعُوا اللہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُوْل کی راہ پر گامزن فرمایا۔

آپ بہترین عسکری قائد تھے۔ دورانِ جنگ آپ کے جنگی نقطہ نظر سے مفید اور برمحل مشوروں، ہدایات اور احکامات کی وجہ سے مسلمان فتح و نصرت سے ہمکنار ہوتے تھے۔ آپ ایک بے مثال سماجی رہنما تھے، آپ نے اپنے اسوہ حسنہ کی بدولت معاشرے سے سماجی برائیوں مثلاً جھوٹ، دغا، مکروفریب، خیانت، بدعہدی، لین دین میں بددیانتی اور دھوکہ دہی کا قلع قمع کیا۔

و شاورھم فی الامر کے ارشاد ربی کے مطابق آپ نے مسلمانوں کے درمیان باہمی مشاورت

کے چلن کی بنیاد ڈالی۔ آپ زندگی کے ہر معاملہ اور ہر درپیش مسئلہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ باوصف اس کے کہ آپ ﷺ اللہ کی مدد سے انتہائی صائب الرائے تھے لیکن مسلمانوں کو سبق سکھایا کہ ہر کام باہمی مشورہ سے کیا جائے۔

آپ نہ صرف دینی رہنما تھے بلکہ روحانی پیشوا بھی تھے۔ آپ شعائرِ اسلامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر تسلیم ورضا کے راستے پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ ایک حق شناس منصف اور حق گو جج بھی تھے جو مقدمہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا، آپ ﷺ اس کا فیصلہ انصاف کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے خواہ یہ کسی مسلمان کے حق میں ہوتا یا کسی کافر، مشرک، یہودی یا کسی دوسرے غیر مسلم کے حق میں۔

آپ حقوقِ نسواں کے داعی اور علمبردار تھے۔ آپ نے عورتوں کو معاشرہ میں باعزت مقام دلایا۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی کافرانہ اور ظالمانہ روایت سختی سے ختم کی اور عورتوں کو زندہ رہنے کا حق دلایا۔ عورتوں کو وراثت کا حقدار ٹھہرایا اور ہر قسم کی جائز معاشی اور سماجی سہولیات کا حق دلایا۔ اس کے علاوہ کئی دینی مسائل کی گتھیاں نہایت احسن طریقے سے سلجھائیں۔ مثلاً ترکہ اور وراثت کے پیچیدہ مسائل، ازدواجی زندگی کے لوازمات مثلاً زن وشوئی کے تعلقات، حقوق وفرائض نسواں اور حقوق وفرائض زن و شوہر کو احسن طریقے سے واضح کیا۔

دنیاوی رشتوں کے لحاظ سے آپ انتہائی فرض شناس مثالی اور ہمدرد شوہر، محبت کرنے والے باپ اور بے حد شفیق اور کریم بزرگ تھے۔

گفتگو آپ انتہائی میٹھے اور دل نشین انداز میں کرتے، مجلس صحابہ ہوتی یا مجمع مجاہدین آپ اتنے فصیح و بلیغ اور دل پزیر الفاظ استعمال کرتے کہ فوراً دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے۔ آپ کی تقریر اس قدر اثر انگیز ہوتی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ادنیٰ اشارے پر تن من دھن قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتے۔

حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ بلا ریب انتہائی دلکش اور پرکشش تھا، اس کے نمایاں خدوخال یہ تھے:

سادگی، صداقت، خلوص ومحبت، راستبازی، میانہ روی، عجز وانکساری، وسعتِ قلبی، امانت داری، اطاعت

شعاری اور فراخ حوصلگی۔

یہی وہ اخلاق کریمانہ تھے کہ جس کی بدولت غیر مسلم کھچ کھچ کر حلقۂ بگوش اسلام ہو جاتے تھے۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے دنیا کے عظیم مفکر اور سکالر حضور ﷺ کو خراج تحسین پیش کرتے رہتے ہیں:

نبی اُمّی ﷺ کسی دنیاوی درسگاہ کے فارغ التحصیل نہ تھے مگر معلم حقیقی (جل جلالہ) کی بارگاہ سے آپ کو براہ راست فہم و فراست، تدبر و تفکر اور بصارت و بصیرت کی وہ بے پناہ خصوصیات حاصل تھیں کہ بزعم خود اچھے اچھے فاضل، فصیح و بلیغ شاعر و ادیب اور بے مثال مقرر آپ کی دانش و بینش کی اعلیٰ وارفع صلاحیتوں کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے اور اپنی عجز و درماندگی کا برملا اعتراف کرتے تھے۔

عظمت و جلالت کی مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والی بے شمار صلاحیتیں ایسی تھیں جن میں حضور ﷺ نمایاں اور منفرد شان کے مالک تھے۔

ایسی جامع الصفات ہستی (کہ جس کی زیست کا ہر پہلو اپنے اندر جہاں معنی پوشیدہ رکھتا تھا) کی توصیف کا حق فہم بشر سے باہر ہے۔ محبوب رب العالمین کی عظمت اور رفعت کی ماہیت تو وہی ذات بے ہمتا جان سکتی ہے جس نے اپنے دست قدرت سے ایسا یگانہ روزگار شہکار تخلیق کیا۔ مرزا اسد اللہ خان غالبؔ نے توصیفِ نبی ﷺ کے سلسلہ میں اپنی کم مائیگی کا اعتراف یوں کیا ہے، فرماتے ہیں

غالبؔ ثناءِ خواجہ بہ یزداں گزاشتیم | کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

دنیا کے جلیل القدر علماء کرام، صلحاء عظام اور عارفانِ طریقت نے بڑے بڑے شاندار قصیدے، مدح و ثناء کے بے مثال گلہائے رنگ رنگ اور جذبات محبت و عقیدت سے لبریز درود و سلام کے تحفے حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت عالی میں بصد عجز و نیاز پیش کئے ہیں۔ صاحب درود تاج ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہوں نے حبیب رب العالمین ﷺ کی خدمت عالی میں نہایت احترام، عقیدت اور ولولہ و شوق کی زبان میں انتہائی جامعیت کے ساتھ آپ کی بوقلموں صفات، متنوع درجات اور مقامات رفیعہ کی عکاسی کی ہے۔ یہ سعی ان کے حق میں یقیناً مغفرت اور بلندی مراتب کا باعث ہوگی۔

آیئے عشقِ نبی کے یم بے کراں میں غوطہ زن ہو کر دُر ہائے نایاب تلاش کریں تا کہ ہمیں سعادت

دارین نصیب ہو، درود پاک کے الفاظ ملاحظہ ہوں

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ۔

اے اللہ! تو ہمارے آقا و مولیٰ محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما کہ جنہیں تو نے کائنات کی سرداری کا تاج پہنایا ہے۔ آپ انہیں براق پر سوار کرا کر سفر معراج میں اس مقام رفیع تک لے گئے جہاں کوئی دوسرا انسان جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے سفر معراج کے دوران اپنے بندۂ خاص کو کائنات ارض و سماوات کے تمام اسرار اور عجائبات کی سیر کرائی۔ حتیٰ کہ انہیں بالمشافہ بغیر کسی واسطہ کے اپنے دیدار سے نوازا۔ حضور ﷺ نے بچشم خود بیداری کی حالت میں نور السمٰوٰت والارض کا دیدار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے طور وسینا پر نور الٰہی کی ادنیٰ سی جھلک دیکھی اور غش کھا کر گر پڑے مگر میرے آقا ﷺ نے انتہائی تبسم افشاں انداز میں اپنے محبّ (جل جلالہ) کے نظارے سے آنکھوں کو طراوت بخشی۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات | تو عین ذات می نگری در تبسمی

سفر معراج کے بعد جب آپ واپس زمین پر تشریف لانے لگے تو خالق اکبر نے تجدید سیادت کی غرض سے ملکوت السماوات والارض کی سرداری کے نشان کے طور پر جھنڈا عطا کیا، آگے فرماتے ہیں

دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ ۔: عظمت و بزرگی، تقدس و سعادت کے بلند مقام پر متمکن کرنے کے بعد رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو قضاء و قدر کی طرف یہ طاقت بھی مرحمت فرمائی کہ وہ اپنے نام لیواؤں کی دیدہ و نادیدہ بلاؤں، قحط و وباء، مرض و آلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دور کر کے دکھ درد سے نجات دلائیں۔

اِسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ مَرْفُوْعٌ مَشْفُوْعٌ مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ۔: آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا گیا ہے، اس کا مقام بلند کیا گیا ہے، وہ قابل شفاعت گردانا گیا ہے، لوح و قلم میں اس کے حروف کندہ کئے گئے ہیں۔

سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ: آپ کی عظمت کا مقام یہ ہے کہ آپ نہ صرف سرزمین عرب کے تاجدار

ہیں بلکہ عجم کی مملکت کے بھی سردار ہیں۔

جِسْمُہ، مُقَدَّسٌ مُعَطَّرٌ مُطَهَّرٌ مُنَوَّرٌ فِي الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ ۞: آپ کا جسم اطہر نہایت تقدس مآب ہے، نبوت کی دلربا خوشبوؤں کی وجہ سے عطر میں لپٹا ہوا ہے۔ آپ سرتاپا پاکیزگی اور طہارت کا مرقع ہیں۔ آپ کی ذات گرامی بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ اور حرم پاک میں چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہی ہے اور کائنات کو نور ہدایت کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اس طرح کفر و شرک کے اندھیارے چھٹ گئے ہیں۔

شَمْسِ الضُّحٰى بَدْرِ الدُّجٰى صَدْرِ الْعُلٰى نُوْرِ الْهُدٰى كَهْفِ الْوَرٰى مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ۞: آپ چاشت گاہ کے آفتاب کی مانند درخشندہ و تابندہ ہیں۔ اپنی تمازت کے طفیل رب کریم کی نعمتوں سے دنیا والوں کو مستفید کر رہے ہیں۔ آپ بَدْرِ الدُّجٰى یعنی بدر منیر کی طرح اندھیری رات کی تاریکیوں کو نور کی کیف آفریں جھلملاہٹوں سے دور کر کے سکون پرور اور نظر افروز روشنی مہیا کرتے ہیں۔ صَدْرِ الْعُلٰى: آپ ارض و سماوات کے بلند و بالا مقامات کے مکینوں یعنی انبیاء اور فرشتوں کے صدر نشین ہیں۔ نُوْرِ الْهُدٰى: آپ ہدایت کے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے نور کی مانند ہیں۔ كَهْفِ الْوَرٰى: آپ دکھی انسانوں اور مصیبت زدہ مخلوقِ خدا کیلئے ملجاء و ماویٰ ہیں، وہ آپ کے دامنِ رحمت میں آکر پناہ لیتے ہیں۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

مِصْبَاحِ الظُّلَمِ: آپ کفر و شرک کی اندھیری راہوں میں ہدایت کے چراغ کی مانند چمک رہے ہیں۔ نور ایمان کی روشنیوں کے متلاشی آپ کی بدولت صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

جَمِيْلِ الشِّيَمِ ۞: آپ نیک اطوار کے مالک ہیں۔ آپ کے اخلاق کریمہ کی بلندی اور کردار کی روشنی راہ ہدایت تلاش کرنے والوں کیلئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

شَفِیعُ الْاُمَمِ: آپ امتوں کے بخشوانے والے ہیں، روز حساب جب دنیا بھر کی امتوں کے لوگ اپنی بخشش کروانے والے کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے تو سردار انبیاء، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین ﷺ ان کی شفاعت کی ذمہ داری کے فرائض سرانجام دیں گے۔

صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ: آپ ﷺ بخشش وکرم کے مالک ہیں، آپ کی یہی صفاتِ عالیہ عالمِ انسانیت کیلئے کشش اور تسکین کا باعث ہیں۔ انہیں اخلاق کریمانہ کی بدولت بھٹکتی ہوئی انسانیت آپ کی طرف کھنچتی چلی آئی۔ حق وصداقت کی راہ پر گامزن ہوکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستار بن گئی۔

وَاللّٰہُ عَاصِمُہٗ: اللہ پاک دین ودنیا کی ہر آزمائش میں یعنی خیر وشر کے ہر موقع پر اور مصائب و آلام کی ہر گھڑی میں آپ کے نگہبان اور محافظ ہیں۔ جس کا حامی وناصر خداوند بزرگ وبرتر ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت گزند نہیں پہنچا سکتی۔

وَجِبْرِیْلُ خَادِمُہٗ: جبریل امین آپ کے خدمت گار ہیں۔ غارِ حرا میں آغازِ وحی سے لے کر سفر معراج کے دوران سدرۃ المنتہیٰ تک ہر مرحلہ اور ہر منزل میں جبریل امین بطور خدمت گزار جلو میں رہے۔ جس برگزیدہ ہستی کا محافظ خداوند بزرگ وبرتر ہو اور جبریل امین خدمتگار ہو اسے نہ تو کوئی تکلیف پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی جادۂ استقامت سے متزلزل کرسکتا ہے۔

وَالْبُرَاقُ مَرْکَبُہٗ: براق آپ کی سواری ہے۔ شب معراج جب اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو شرف ملاقات بخشنے کیلئے آسمانوں کی بے کراں وسعتوں میں سفر پر بلایا تو سواری کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں براق کو پیش کیا گیا۔ یہ سواری کا ایک خاص جانور تھا جس کا قد وقامت خچر اور گدھے کے درمیان تھا۔ اس کی رفتار برق (یعنی بجلی) کی مانند تیز تھی اسی لئے اسے براق کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چشم زدن میں اس کا ہر قدم حدِ نگاہ تک پہنچتا تھا۔ خداوند بزرگ وبرتر نے اپنے بندۂ خاص کو شرفِ ملاقات بخشنے کیلئے خاص سواری کا اہتمام کیا۔ ایسی سواری جس کی حدرفتار بھی خاص تھی اور اپنے حدف پر پہنچنا بھی خاص انداز میں تھا۔

وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُہٗ: سفر کا اتنا غیر معمولی اہتمام اس لئے کیا گیا تھا کہ سفر پر جانے والا عام انسان

نہیں بلکہ بندۂ خاص تھا اور بندہ خاص جس کے ساتھ ملاقات کرنے جا رہا تھا وہ ملکوت السماوات والارض کی کوئی عام ہستی نہیں تھی بلکہ وہ خداوند ذوالجلال والاکرام تھا جو ہر خاص و عام کا خالق و مالک تھا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ اور محبّ جل جلالہ کے مابین ملاقات کا ایجنڈا کیا تھا؟ یہ دونوں کے درمیان راز و نیاز کا تبادلہ تھا، یہ راز و نیاز کیا تھا اللہ اور اس کا حبیب ﷺ خوب جانتا ہے۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست | کراما کاتبیں را ہم خبر نیست

حامد حسن قادری اس ملاقات کی کچھ یوں وضاحت کرتے ہیں

انہیں بے حجاب خدا ملا | انہیں مرتبہ یہ بڑا ملا
انہیں کیا دیا، انہیں کیا ملا | جو دیا، دیا، جو ملا، ملا

وَ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى مَقَامُه‘ : سدرۃ المنتہیٰ آپ کا مقام ہے۔ حضور ﷺ جب ساتوں آسمانوں کی سیر کے دوران مختلف انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کر لی تو انہیں ساتویں آسمان کی آخری سرحد پر واقع ایک مقام پر لے جایا گیا جسے سدرۃ المنتہیٰ کے نام سے پکارا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان میں بیری کا ایک درخت ہے کہ جہاں سے آگے کوئی نہیں گزرا، منتہیٰ اسلئے کہتے ہیں کہ خلائق کے تمام علوم اس مقام پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے نبی محترم ﷺ وہاں رکے نہیں کیونکہ ان کی منزل وہاں سے بہت بلند و بالا تھی۔ حضور ﷺ نے بحکم خدا وہاں سے اپنی معراج اور ترقی کا پہلا قدم اوپر کی جانب اٹھاتے ہوئے اپنے خصوصی سفر کا آغاز کیا۔ یہ وہ مقام مقدس ہے جو ملائکہ مقربین کی پرواز کی حدِ آخریں ہے اور محبوب رب العالمین ﷺ کے سفر معراج کی اولین منزل ہے۔

وَقَابَ قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُه‘: قاب قوسین کا منزل و مقام آپ ﷺ کا مطلوب ہے۔ حضور ﷺ جب سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تو بڑھتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ عرش سے بھی آگے گزر گئے۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اپنے قرب کے شرف سے مشرف فرمایا۔ جلوۂ خداوندی اپنے محبوب سے اتنا قریب آ گیا کہ ان کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ باقی رہ گیا۔ حبیب و محبّ کی اس قربت کی وجہ سے کوئی دوسرا درمیان میں حائل نہ تھا۔

(باقی صفحہ ۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محبوب الٰہی عطاؔء

نگاہِ کبریا میں مصطفیٰ ایسے حسیں ٹھہرے
حبیب کبریا ٹھہرے، سراج السالکیں ٹھہرے

بنا کوئی کلیم اللہ، ہوا کوئی خلیل اللہ
مگر سرکار میرے رحمت للعالمیں ٹھہرے

کیا اللہ نے ان کو عطا افسر شفاعت کا
سر محشر شہ بطحیٰ شفیع المذنبیں ٹھہرے

سوائے مصطفیٰ معراج کی عظمت ملی کس کو؟
شب اسرا محمد عرش کے مسند نشیں ٹھہرے

نہ کیونکر امتوں میں امت سرکار افضل ہو
شہ بطحا جو نبیوں میں امام المرسلیں ٹھہرے

عطاؔ ہر ایک پیغمبر ہے بے شک محترم لیکن
محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمیں ٹھہرے

سیرتِ حضرت ابوالبرکات
سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ

اسم شریف: آپ کا نام نامی واسم گرامی سید حسن قادری ہے مگر مختلف ممالک میں آپ مختلف ناموں سے مشہور ہیں۔ برصغیر ہندو پاکستان میں آپ کو سید حسن، علاقہ ہائے کشمیر پونچھ میں شاہ ابوالحسن اور صوبہ سرحد میں سید حسن بادشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اہلِ پشاور آپ کو از راہِ خلوص وعقیدت ''میراں سرکار'' کے دل پسند نام سے یاد کرتے ہیں۔ موخر الذکر نام حضور کی اس نسبت کی طرف بھی اشارہ ہے جو آپ کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات سے ہے۔

نسب: آپ کا سلسلہ نسب چودہ واسطوں کے بعد قطب الدائرہ حضرت سید عبدالرزاق بن محبوب سبحانی حضرت شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز تک پہنچتا ہے اور پھر تیرہ واسطوں سے مظہر العجائب والغرائب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک منتہی ہوتا ہے۔

ولادت: آپ ماہ جمادی الآخر ۱۰۲۳ھ میں ٹھٹھہ (سندھ) کے مقام پر عارف کامل، عالم اجل حضرت سید عبداللہ المشہور بہ ''صحابی رسول'' کے ہاں کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ جناب ''صحابی رسول'' اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض تبلیغ وسیاحت سندھ تشریف لائے تھے اور سلسلہ رشد وہدایت جاری فرما کر سرزمین ہندوستان کو قرآن وحدیث سے منور فرمایا۔

تعلیم وتربیت: آپ کا گھر علم وحکمت اور تصوف وعرفانِ الٰہی کا دارالعلوم تھا۔ آپ کا ماحول یادِ الٰہی اور اتباع سنت کی نورانیت سے جگمگا رہا تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے اپنی خاندانی عظمت وشرافت، علمی

فضیلت اور فقرِ نبوت سے وافر حصہ پایا۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ چونکہ آپ کا گھر علم و فضل اور فقر و طریقت کا گہوارہ تھا لہٰذا آپ نے چھوٹی عمر میں ہی (یعنی ۱۶ برس کی عمر میں) جملہ علوم درسیہ کی تکمیل کر لی۔ اس کے بعد ۱۷ برس کی عمر میں درس و تدریس کا کام سنبھال لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کمال استقامت و استقلال سے منازل سلوک و تصوف طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔

جناب سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

''تربیت از پدر مشفق خود بے حد و بے عدد یافتند، و زیر سایہ لطف ایشاں معرفت حاصل نمودند، و وہ بہ درجہ انتہار سیدند'' (قلمی رسالہ ''خوارقِ عادات'')

مورخ کشمیر سید محمد شاہ صاحب مفتی سعادت کشمیری فرماتے ہیں کہ ''اپنے والد ماجد سید شاہ عبداللہ صاحب سے روحانی تعلیمات کا سرمایہ حاصل کیا''۔

بیعت: آپ اپنے والد محترم حضرت ''صحابی رسول'' سید عبداللہ صاحب سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور صاحب مجاز و معنعن تھے۔ آپکے سلسلہ عالیہ قادریہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلہ کے ہر ایک فرد نے اپنے والد سے فیض اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور تمام فیوضِ باطنی سینہ بہ سینہ اکتساب کیے، اس سلسلہ مبارک کے سب کے سب افراد صاحبِ ولایت تھے اور استقامت فی الدین میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے اور دنیاوی لحاظ سے بھی ایک بلند اخلاق، صاحب عزت و وجاہت شہری تھے۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے لے کر حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد تک سب کے سب افراد عالم، فاضل، متورع، مبلغِ اسلام اور صاحبِ کرامت تھے اور آج تک ان کے مزارات ان کی پاکیزگی اور عظمت کے شاہد ہیں، جہاں ہر وقت قرآن مجید، درود شریف اور یادِ الٰہی ہوتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ عالیہ اسی طرح اللہ کے فضل و کرم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس وقت تک جاری ہے۔

مجاہدہ و تزکیہ: والد گرامی کے انتقال کے بعد ذکر، فکر، مراقبہ، ریاضت نفس اور مکمل خلوت میں

مصروف تھے۔ یکایک آپ کی طبیعت میں وحشت ونفرت پیدا ہوگئی۔ حضرت علامہ امام الطریقہ سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والد گرامی سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ولم از انس انسان وحشت کلی گرفت واز خویش وبیگانہ نفرت محض پزیرفت''۔

اس کے بعد کیا ہوا، آپ فرماتے ہیں ''پس بعزم ریاضیات ومجاہدات در جزائرِ شور رفتم وہفت سالہ چلہ کشیدم تا ستر عورت تمام شب درمیان آب می استادم وروزانہ برکنار آب می نشستم وقوتم از برگ درختاں بود کہ خودی رختند'' (رسالہ قلمی ''خوارق عادات'')

یعنی آپ ریاضیات ومجاہدات کیلئے جزائرِ شور تشریف لے گئے اور سات سال کا چلہ کاٹا۔ رات ستر عورت تک اس پانی میں گزارتے اور تمام دن پانی کے کنارے بیٹھے رہتے۔ آپ کی غذا درختوں کے پتے تھے جو خود بخود گرتے تھے۔

جناب محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ''رسالہ درکسب سلوک وبیان طریقت'' میں فرماتے ہیں ''دراکثر بلاد درخدمت بزرگان درخلوت داربعین نشستہ فوائد حاصل نمودند'' یعنی اکثر شہروں میں بزرگان کرام کی خدمت میں رہ کر چلے کاٹے اور فوائد حاصل کیے۔

سفر: اپنے آبائے کرام کی سنت کے مطابق جب آپ کمالات ظاہری وباطنی سے مزین ہوگئے تو تبلیغ اسلام کیلئے ہندوستان کے کونے کونے میں پھرنے کیلئے نکلے۔ ایک ایسے وقت میں آپ نے یہ تبلیغی سفر اختیار کیا جبکہ مسافر کو آج کل کی سہولتیں میسر نہ تھیں، تقریباً تمام سفر پیدل کیا۔ اثناء سفر میں ہر قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا اور پھر یہ کہ یہ سفر کسی دنیاوی طمع یا لالچ کیلئے نہ تھا بلکہ تبلیغِ اسلام، تلاشِ حق، اشاعتِ سنتِ نبوی اور یادِ الٰہی کیلئے تھا۔ اس سفر میں آپ کے چھوٹے بھائی ''ابوالمکارم'' حضرت شاہ محمد فاضل خانیاری رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں آپ کو کن کن بے دین اور بد اخلاق لوگوں سے واسطہ پڑا، آپ خود فرماتے ہیں کہ جس علاقہ میں ہم تبلیغ کیلئے گئے وہاں

''بغیر از کفر وبت پرستی بوئے از دین وآئین درآں سرزمین نہ بود''

یعنی سوائے کفر اور بت پرستی کے اس سرزمین کا دین وآئین نہ تھا۔

واقعی سچ ہے کہ تاریکی میں روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خشک اور بنجر زمین کو پانی کی اشد ترین ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول بندوں کا وجود بوجہ یادِ الٰہی کے نور اور رحمت ہوتا ہے۔ جہاں بھی ایسے بابرکات حضرات پہنچتے ہیں وہاں سے تاریکیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ کفر اور معصیت کا دور ختم ہو جاتا ہے ان کے وجود باجود کی برکت سے اس وطن کے رہنے والوں کو رحمتِ الٰہی اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ وہی سرزمین جہاں کفر اور بت پرستی کے سوا کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا، آپ وہاں پر تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ نتیجہ کے طور پر ہزارہا لوگ آپ دستِ حق پرست پر توبہ کر کے داخلِ اسلام ہوئے۔ وہ مقام جہاں پر اللہ جل جلالہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا اس کے حبیب ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ شریفہ مبارکہ سے کوئی واقف نہ ہوتا، عدل و انصاف کا نام تک نہ ہوتا، وہاں پر تھوڑی مدت میں آپ کی کوششوں سے اسلام کو اتنی ترقی ہوئی کہ ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے، مساجد تعمیر کی گئیں، ہر جگہ ذاکر، قرآن خوان، تہجد گزار نظر آنے لگے۔ جہاں پر بھی آپ نے دورانِ سفر تبلیغ کی، نہایت ہی منظم طریقہ پر کی، باقاعدہ مساجد میں تعلیم قرآن کا انتظام کیا۔ صرف کاٹھیاواڑ اور گجرات کے علاقہ میں پچیس مساجد تعمیر کی گئیں اور پانچ خلفاء مقرر کئے جو باقاعدہ دورہ کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے اور ان کے مواعظ کا مرکزی نقطہ بھی صدق مقال اور اکل حلال ہوتا۔

گجرات سے ہوتے ہوئے شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لائے۔ وہاں پر بھی یہی تبلیغی کام جاری رکھا اور مخلوق خدا کو اللہ جل جلالہ اور ان کے رسول کریم ﷺ کا راستہ بتاتے رہے، غرضیکہ تبلیغ کرتے کرتے پنجاب پہنچے۔ لاہور قیام فرمایا مگر وہاں بھی آپ مستقل نہ ٹھہرے اور آپ کیسے ٹھہر سکتے تھے جبکہ آپ کو حضور سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کی طرف سے پشاور میں رہ کر کشمیر، ہزارہ، کابل، غزنی اور ہرات تک تبلیغ کرنے کا حکم تھا اور اس تمام علاقہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرنی تھی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ورود پشاور: ۱۰۸۷ھ میں آپ پشاور پہنچے۔ پشاور سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ (سلطان پور کے نام سے موسوم تھا) میں قیام کیا۔ حضور غوث اعظم سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو

امر فرمایا کہ "اے بیٹا! یہ تیرے رہنے کی جگہ ہے، یہاں اقامت اختیار کرو" "و مار ادر حال با خود مقصود داری"۔ آپ کو جناب سرکار بغداد نے اپنے عصا سے بتایا کہ اس جگہ مسجد، اس جگہ مکان اور یہ تمہاری قبر ہوگی۔ اللہ جل جلالہ کو اپنے ہر کام میں کارِ روا اور مشکل کشا جان کیونکہ وہی اس قابل ہے اور جو کچھ میں نے بتایا ہے، خود بخود مہیا ہو جائے گا"۔

آپ صبح کو اٹھے اذان دی، نماز پڑھی، فرماتے ہیں "ہنوز اشراق نہ خواندہ بودم کہ مردم شہر و اطراف و جوانب فوج در فوج می ایند، بہ رسوخ و اعتقاد ملاقات می کنند کہ گویا آشنائے صد سالہ من بودند" پٹھانوں کے بڑے بڑے سردار اور ارباب بھی آنے لگے، مخلوق خدا کا اژدہام ہو گیا۔ آپ نے اپنا تبلیغ کا کام شروع کر دیا، لنگر جاری کر دیا، جس جس جگہ سرکار بغداد نے تعمیر کی جگہیں بتائی تھیں وہاں پر تعمیر لوگوں نے خود بخود کر دی۔ جو بھی آتا اپنی قسمت اور قابلیت کے مطابق معرفت الٰہی حاصل کرتا اور نجات اخروی پاتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ "ہر کہ بطلب مولیٰ می آمد موافق استعداد تعلیمش مرکردم"۔

سفر کشمیر: چونکہ تمام علاقوں میں آپ نے تبلیغ کا کام کرنا تھا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کرنی تھی اس لئے ۱۰۹۰ھ میں جناب عنایت اللہ صاحب گجراتی و پنجابی کو صاحب مجاز کر کے یہاں کی خانقاہ کی تربیت و تعلیم کا تمام کام سپرد کیا اور خود براستہ دھنوڑ پکھلی کشمیر روانہ ہوئے۔ جناب مورخ کشمیر مفتی سعادت صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے ۱۰۹۱ھ میں کشمیر پہنچ کر تشنگان ہدایت کو علوم باطنی سے سیراب فرمایا۔ خواجہ عبدالرحیم قادری، میر افضل اندارنی، شاہ عنایت اللہ قادری وغیرہم حاضر خدمت ہو کر آپ کی توجہات اور فیوض رحمت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ جناب حضرت علامہ وقت محمد افضل صاحب نے مرید ہو کر خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ اس سفر میں بھی حضرت ابوالمکارم شاہ محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔ بقول سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ "در محلہ عید گاہ در خانہ منصب داری نزول فرمودند" آپ تقریباً چھ ماہ کشمیر میں رہے۔ اپنی سخاوت و بخشش کا طریقہ بدستور جاری رکھا۔ لنگر جاری تھا، سینکڑوں غرباء، مسافر، عاجز اور بے وسیلہ لوگوں کی خدمت کی۔

خواجہ بہاءالدین متو اپنی کتاب بنام "غوثیہ شریف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کے لنگر سے چھ

سو نفر روزانہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور جو مفلوک الحال ہوتے ان کو کپڑا بھی عنایت فرماتے"۔ آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے "حق تعالیٰ چناں نوازشم فرمودہ است و چناں دولتم عطا نمود است کہ اگر اہل مشرق و مغرب جمع شوند ہر روز از من نفقہ خواہند ہمہ را بدہم و ہرگز بعجز و ملاتم نیایم" یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنی نوازشیں کی ہیں اور اس قدر دولت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو کر مجھ سے نفقہ طلب کریں تو سب کو دوں اور کسی قسم کی کمی نہ ہو"۔

آپ کے اس جود و عطا کو دیکھ کر صاحب "تاریخ اعظمی" فرماتے ہیں "باوجود ازیں قلیل البضاعت احتیاج استکشاف نہ بود" یعنی آپ کی بے لوث تبلیغ اسلام، اشاعت سنت رسول انام، یادِ الٰہی، خدمت فقراء اور زہد و ریاضت کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق اصلاح قلوب، تزکیہ اور تہذیب نفوس کیلئے آنے لگے۔ چھ ماہ کے بعد آپ نے واپسی کا قصد فرمایا، اپنی جگہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت ابوالمکارم سید شاہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت طریقہ قادریہ میں دے کر رہنے کی تلقین کی، تمام مریدین کی تعلیم و تربیت آپ کے سپرد کر کے واپس عازمِ پشاور ہوئے۔

سفر کابل: کشمیر سے واپس آ کر چند دن پشاور میں قیام کیا اور پھر کابل کے سفر کا ارادہ فرمایا، آپ تین بار کابل تشریف لے گئے۔ ان تینوں سفروں میں صوفیاء، علماء اور مشائخ اور فقراء سے ملاقاتیں کیں۔ ہزارہا تشنگان ہدایت کو مرید فرما کر سلسلہ قادریہ کی اشاعت کی اجازت دی۔ پہلے سفر کی واپسی پر جو نو ماہ تک رہا، گورنر کابل نواب امیر خان سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ دوسری بار آپ اس کی دعوت پر کابل تشریف لے گئے۔ اس کے حکام اور امراء کو شریعتِ اسلامیہ کی پابندی اور غریبوں مسکینوں کے حقوق کی حفاظت اور خصوصیت کیساتھ غریب اور نادار طالب علموں کی اعانت کا حکم فرمایا۔ بیواؤں کے وضائف مقرر فرمائے۔ کابل میں بھی اپنے طریقہ کے مطابق لنگر جاری کیا۔ یہ سفر بھی کابل، غزنی، ہرات اور دور دور مقامات تک کیا اور سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ فرمائی۔ تیسرا سفر بالکل تنہائی کا تھا، اس دفعہ آپ صرف ان حضرت سے ملاقات کرتے جو منتہی سالک ہوتے اور جن کا مقصد اعلیٰ مقامات اور مدارج علیا طے کرنا ہوتا البتہ لنگر باقاعدہ جاری رہتا، یہ قیام صرف پندرہ دن رہا۔

غرضیکہ ان تمام سفروں میں آپ نے انتہائی پختہ عزم و یقین کے ساتھ اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ قرآن مجید کی تعلیم عام کی، اشاعت سنت نبوی ﷺ کیلئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور سلسلہ قادریہ کو اس عروج کمال تک پہنچایا کہ آج جب کہ پورے ۳۰۸ برس گزر چکے ہیں سرزمین سرحد، پنجاب، افغانستان اور کشمیر کے گوشہ گوشہ میں آپ کی روحانی تعلیمات کے چشمے ابل رہے ہیں اور لوگ ان سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

شادی: پشاور شہر کے قریب مغرب کی طرف ایک گاؤں کوٹلہ محسن خان ہے، اس کے بڑے ارباب نے آپ کو اپنی صاحبزادی کی پیشکش کی، آپ نے قبول فرمایا۔ اس کے بطن سے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے ایک فرزند عطا فرمایا، ان کا نام آپ نے سید زین العابدین رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے موضع کنڑ کے صحیح النسب سادات گھرانے میں شادی طلب کی، جس کی خواستگاری آپ نے کی وہ صوبہ سرحد کے عظیم المرتبت ولی اللہ حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی تھیں اور بقول صاحبِ خزینۃ الاصفیاء "در طاعت و عبادت رابعہ عصر بود" کچھ رد و قدح کے بعد آپ کی شادی اس نیک بی بی سے ہوگئی، جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عنایت فرمائے، ایک حضرت سید شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری، دوسرے سید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان بیوی صاحبہ کا مزار آپ کے مزار کے پہلو میں واقع ہے۔

اخلاق: اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ سے مزین فرمایا تھا، غرباء کی دلجوئی، مسافروں کے ساتھ حسن سلوک، امراء اور حکام سے تحائف کا قبول نہ کرنا اور ان کو ان کی غیر شرعی حرکات پر بلا خوف لوم لائم متنبہ کرنا، بیواؤں اور غریب کنواری لڑکیوں کی اپنے اخراجات پر شادیاں کروانا، یہ سب وہ باتیں تھیں جو مقناطیسی کشش کی طرح قلوب خاص و عام کو شرمندہ احسان کرتی تھیں۔ محدث جلیل حضرت علامہ شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح البخاری فرماتے ہیں "خدمت فقراء و مساکین بسیارے کردند و بر علام خلائق چناں شفقت می فرمدند کہ گویا عیال ایشاں بودند"۔

حضرت علامہ سید غلام فرماتے ہیں کہ "بر عموم خلقت چناں شفقت والفت ومہربانی داشتند کہ پدر یا پسر داشتہ باشد" عفو وکرم، حلم وبردبار، تواضع وانکساری کے ایسے عملی نمونے آپ کی مبارک زندگی میں ملتے ہیں کہ گویا آپ مکمل طور پر حضور اکرم ﷺ کی مطہر زندگی کی عملی تفسیر تھے۔

یہی وہ اخلاق کریمانہ تھے جن کی بدولت ہزار ہا گم گشتگان بادیہ ضلالت کو نیک عمل کی ہدایت ہوئی۔ آپ کے استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی حکام وقت سے تحفہ یا نذرانہ قبول نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کو ان کی زندگی کا صحیح مقصد یعنی انصاف، دیانتداری، مساوات، اخوت، عدل، غربا پروری اور حسن سلوک کی نصیحت فرماتے، نیز ان لوگوں کو رقوم خرچ کرنے کا صحیح مصرف بتاتے۔

ایک بار گورنر کابل نواب امیر خان نے اورنگزیب عالمگیر سے آپ کے فرزند جناب حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے نام برائے گزران معیشت قطعہ اراضی کا فرمان لکھوا کر حضور سید حسن صاحب کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے وہ فرمان دیکھا اور فرمایا "یا امیر جزاک اللہ کہ خیر خواہی فقراء مرکوز خاطر داری، اما من طالب این نیستم واحتیاج ایں نہ دارم" مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آپ نے گورنر کابل کو اس کا صحیح مصرف بتایا، فرمایا "باید کہ بہ حاجت منداں ومستمنداں بدہی کہ قوت لایموت شان شود" یعنی ان لوگوں کو جو محتاج اور ضرورتمند ہیں یہ زمین دینی چاہئے تاکہ ان کی زندگی بسر ہو سکے۔

اللہ اکبر! اتنا بڑا حاکم اپنی کمال عقیدت سے آتا ہے اور اورنگزیب عالمگیر بادشاہ ہندوستان کی طرف سے چالیس جریب زمین کی جاگیر عطا کرتا ہے لیکن چونکہ یہ پیشکش صحیح نہیں ہوتی اسلئے آپ قبول نہیں فرماتے۔ نیز گورنر کی صحیح رہنمائی فرماتے ہیں، یہی وہ جذبہ کاملہ وصالحہ اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے امراء وبادشاہ بوریہ نشین فقراء کی خدمت کو مایہ صد نازش وافتخار سمجھتے ہیں۔ آپ کے اس ارشاد گرامی کا ایک ایک لفظ سچائی، دیانت، امانت اور اخلاص کا مظہر ہے۔

کرامات: جناب سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کرامات ایشان مثل قطرات مطرات لایعد ولایحصی است" یعنی آپ کی کرامات باران رحمت الٰہی کے قطروں کی طرح ان گنت اور بے شمار ہیں۔

جناب محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لاہوری تحریر فرماتے ہیں "خوارق عادات ازیں شان

بحدے ظہور یافتہ کہ تحریری آں درین مختصر گنجائش نہ دارد" یعنی آپ کی کرامات اس حد تک ظاہر ہوئیں کہ ان کی تمام تفصیل اس مختصر "عجالہ" میں نہیں سما سکتی۔

اولیاء کرام سے کرامات کا ظہور مستحسن امر ہے مگر انہوں نے ہمیشہ شریعت مطہرہ اور حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا اور ان کی زندگی کا مقصد ہی اتباع سنت تھا تاکہ اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کریں، ان کی نظر ہمیشہ اپنے نصب العین پر رہی۔ ان کی نظر میں دوسرے امور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت سید غلام صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک خادم ہر وقت گزشتہ اولیاء کرام کی کرامتیں بیان کرتا اور پھر آپ سے طلب کرامات کرتا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ اے درویش کرامت کے درپے نہ ہو یادِ الٰہی میں مصروف رہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ کی متابعت کر کیونکہ نجات اسی میں ہے لیکن وہ طلب کرامات پر مصر رہا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ امر المعروف کیلئے دوآبہ (ہشتنگر) تشریف لے گئے۔ دوآبہ کے راستے میں دریا بہتا ہے جس کو بذریعہ کشتی عبور کرنا پڑتا تھا، آپؒ اس وقت ایک عراقی گھوڑے پر سوار تھے اور وہی خادم رکاب تھامے ہوئے تھا۔ جب آپ کشتی کے قریب پہنچے تو آپ نے گھوڑے کی لگام کھینچی، گھوڑا بجائے کشتی کے دریا میں کود پڑا۔ وہ خادم جو رکاب تھامے ہوئے تھا وہ بھی دریا میں گر پڑا، تمام مرید و معتقد گھبرا گئے اور ایک کہرام مچ گیا کہ آپ بمعہ خادم و سواری دریا میں غرق ہو گئے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد آپ بمعہ سواری و خادم دریا کے دوسرے کنارے پر نظر آگئے۔

اب حیرانگی و تعجب کا عالم تھا، کوئی آپ کے قدم چومتا، کوئی ہاتھ۔ آپ کے کپڑے، گھوڑا اور خادم بالکل خشک تھے۔ آپ نے اس خادم کو فرمایا "یا عبداللہ دیدی قدرتِ اللہ را" اس نے عرض کیا ہاں جناب پھر آپ نے فرمایا کہ پہلے تو گزشتہ اولیاء کرام کی کرامات بیان کرتا تھا، اب اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا بھی دیکھ لیا مگر یہ بات یاد رکھنا کہ "این ہمہ آنچہ دیدی و شنیدی بازی طفلان است و کار دیگر است، سالک را ایں کار آفت است و مانع علو درجات است" یعنی یہ سب کچھ جو تم نے دیکھا اور سنا چھوٹے بچوں کا کھیل ہے، اصلی مقصد کچھ اور ہے، نیز سالک کیلئے یہ کرامات بتلانا باعث آفت ہے اور یہ سلوک اور معرفت کے

راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

جب حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ہر شہر اور ہر قریہ سے لوگ آئے، ان میں وہ حضرات بھی آئے جن کا آپ پر قرضہ تھا۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس قسم کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے تو میں نے خیال کیا کہ یہ اپنے قرضہ کی وصولی کے متعلق گفتگو کرتے ہیں، اس لئے میں ان سے پوچھا کہ تم کیا سرگوشیاں کر رہے ہو، تو انہوں نے جواب دیا

''اے صاحبزادہ سخن از کشف و کرامات پدر بزرگوار شامی گوئم وصنعت پروردگار رامی بینم کہ بندگان خود را چساں تربیت کردہ بمراتب رسانیدہ کہ عقل عاقلاں درغور این معنی عاجز و نظر صاحب نظراں قاصراست''

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اس حقیقت سے آگاہ کرو تا کہ ذوق حاصل کروں، انہوں نے عرض کیا کہ چند دن پہلے جب ہم نے سید حسن صاحب کی شدت علالت کے متعلق سنا تو ہمیں خیال ہوا کہ اگر حضور کا انتقال ہو گیا تو ہمارے قرضہ کا کیا بنے گا۔

''ہم سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ آپ سے بالمشافہ گفتگو کریں، جب رات ہوئی تو چند اشخاص جن کے ہاتھوں میں مشعلیں تھی نمودار ہوئے ان کی جیبیں اشرفیوں اور روپوں سے بھری ہوئی تھیں، انہوں نے ہم سب کو ایک جگہ جمع کر کے کہا کہ ہمارے ساتھ حساب کرو تا کہ حضور سید حسن کا قرضہ ہم ادا کر دیں، انہوں نے ہر ایک کا قرضہ چکا دیا اور تمسکات اور حجتیں لے کر چلے گئے''۔ اس بھری مجلس نے یہ واقعہ سنا تو سب زار و قطار رونے لگے، جناب شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اس کو واقعہ کا کوئی علم نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ درویشی اور فقر کیا ہے؟ ایک شخص کے لاکھوں مرید ہوں، جن میں گورنر، امراء اور حکام مگر اس درویش کامل کی وفات پر یہ امر عیاں ہوتا کہ آپ چند ہزار روپے کے قرضدار تھے۔

وفات: آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۱۱۵ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار اقدس پشاور میں مرجع خلائق ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

گزشتہ سے پیوستہ

بلگرامی صاحب کا

نوجوانوں کے نام پیغام

(سطحِ ایمانی اور دائرہ توحیدِ عملی)

اس کے بعد آیت ۱۸۳ ہے جس میں صیام کا ذکر ہے جو ہم روزہ کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔ پھر سورہ البقرہ کی آیت ۲۵۴ میں بیدار معاشرہ اور پاکیزگی روح کے راز کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے متعلق ہے، اس کا ذکر پچھلے خط میں تفصیل سے آچکا ہے۔ تم ''فیوض القرآن'' سے اسے پڑھ سکتے ہو۔ یہاں اس کی طرف تمہاری توجہ مبذول کرنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد سود سے متعلق آیت آتی ہے جس کی حرمت کا حکم اس سے قبل کی آیات ۲۷۵ اور ۲۷۶ میں آچکا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(سورۃ البقرہ آیت ۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو''

(ایمان تو یہ ہے کہ اپنا فائدہ اس کی اطاعت میں سمجھو، سود کی حرمت پر یقین کرو، تبھی تو نقصان کے تصور سے نکلو گے)۔

اسی سلسلہ میں دو آیات ہیں، البقرہ کی آیت ۲۶۴ صدقات کے بارے میں ہے اور آیت ۲۶۷ پاکیزہ یعنی انفاق کمائی کے بارے میں ہے، ہم نے یہاں ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آیت صیام کی طرح ان کا تعلق فطرہ وصدقات سے ہے

البتہ

ہم تمہیں البقرہ کی آیت ۲۸۲ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو لین دین کے متعلق ہے۔ یہ قرآن پاک کی سب سے بڑی آیت ہے۔ اس میں نہایت وضاحت سے یہ بات بتائی گئی ہے کہ اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی مقرر وقت کیلئے لین دین کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ پھر اس سلسلہ میں لکھنے والے کیلئے ہدایات ہیں اور اس کے گواہوں کیلئے بھی۔ ہم یہ آیت یہاں نقل نہیں کر رہے۔ یہاں تم کو یہ بتانا ہے کہ وہ آیات جو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے شروع ہوتی ہیں ان میں معاملات کو بڑا دخل ہے، تم چاہو تو کسی قرآن شریف سے دیکھ سکتے ہو۔ اس طرح سورہ البقرہ میں ان آیات کا بیان ختم ہوا جن میں ایمان والوں سے خطاب ہے۔ ہم ان آیات پر دوسری آیتوں کے ساتھ تبصرہ تو آخر میں کریں گے، یہاں چند باتوں کی طرف تم کو توجہ دلا رہے ہیں تاکہ تم ان کی اہمیت کو سمجھ سکو۔ یہ وہ بنیادی باتیں ہیں ایمان والوں کو جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

جس طرح ایمان کے ساتھ اسلام یوں سمجھایا تھا کہ اس کے چار مضبوط ستون ہیں: یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور اس کے یہ معنی نہیں کہ اور کوئی بات تمہارے فرائض میں داخل نہیں، اسی طرح یہ ۸۸ آیات بتا رہی ہیں کہ تمہارے معاشرے کو، تمہاری زندگی کو---خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، ان باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ جہاں کہیں قرآنِ حکیم میں ان امور کا ذکر آئے، تم اسے غور سے پڑھنا، گویا وہ تمہارے فرائض میں داخل ہیں۔

یاد رکھو!

کیا عظمتِ رسول مقبول ﷺ کا خیال رکھے بغیر، کیا بلا صبر شکر کے، کیا بلا حلال و حرام کا خیال رکھتے ہوئے، کیا بلا عدل و انصاف کے، کیا معاملات میں بلا احتیاط کے تم کسی طرح بھی ایک اچھے مسلمان کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہو؟ یہ آیات بھی قرآنِ حکیم کا خلاصہ نہیں بلکہ ان بنیادی امور کی طرف تمہاری توجہ مبذول کر رہی ہیں جو اہلِ ایمان کا شعار ہونا چاہئے۔

اب ہم مختلف سورتوں سے چند آیات بیان کریں گے جو قرآنِ حکیم کی مختلف سورتوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں بھی ایک ترتیب و تنظیم ہے، اور تم کو اچھا، بہتر اور بہتر سے بہتر صاحب ایمان بنانے کی

ضامن ہیں۔

تو آؤ!

ان چند آیات کو دیکھیں ---- سورہ البقرہ کے بعد آل عمران کی آیت ۱۰۲ لو

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے اور (یاد رکھو) مرو تو مسلمان ہی مرو۔

یہ آیت بظاہر موت ہی سے متعلق ہے لیکن

انداز بیان بتا رہا ہے کہ یہ زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھا رہی ہے۔ یعنی اے ایمان والو! سلامتی میں آجاؤ، سلامتی میں زندگی بسر کرو، احکام کو برابر پیش نظر رکھو، گناہ کا تصور نہ لاؤ، ایمان کے ساتھ جیو، ایمان کے ساتھ مرو" آخری لمحہ وہ نہ ہو کہ لغزش کر جاؤ۔ یقین رکھو کہ میں مسلمان ہوں، مسلمان مر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف کرنے والا ہے۔

اس کے بعد ہی کی متعلق آیت ۱۰۳ میں

زندگی میں سلامتی اور کامیابی کا راز بتایا جا رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوط پکڑو، اس کا حکم مانو، آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، فرقہ بندی سے بچو، وغیرہ۔ تاکہ جس دن (یوم قیامت) بعض چہرے نورانی ہوں گے اور بعض چہرے بھیانک سیاہ و بے نور، تم نورانی چہرے والے ہو، یہ بات آگے آیت ۱۰۶ میں آتی ہے۔ دیکھو! آیات میں کیا تعلق، کیسا ربط ہے اور پھر حضور انور ﷺ کی محبت اور اتباع کی طرف کیسی کشاں کشاں لئے جا رہا ہے، اور کیسے ان ﷺ کی محبت قلب میں راسخ کی جا رہی ہے۔

اب سورہ توبہ کی آیت ۱۱۹ لو جو

اسلام کے مثبت انداز تعلیم کی طرف راہنما ہے اور مسلمان کی انفرادی اور قومی زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو (پرہیزگار بنو، صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو) اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔

یہی صداقت مسلمان کی پہچان ہے اور جھوٹ منافق کا شعار۔

آیات ذیل میں مردوں کو گھروں میں جانے کے آداب بتائے جارہے ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَاط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَ اِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (سورہ نور آیات ۲۷-۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھر کے علاوہ دوسرے گھروں میں مت داخل ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم (اس نصیحت کو) یاد رکھو (اس طرح بہت سی برائیوں سے بچے رہو گے) پھر اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ، تب بھی اس میں مت جاؤ، جب تک کہ تم کو (اندر آنے کی) اجازت نہ دی جائے، اگر یہ کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے لئے بڑا پاکیزہ (طریقہ) ہے، اور جو کام (جس نیت سے بھی) کرتے ہو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اب ایک اور عظیم آیت کو پڑھو

جو کام اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے، اس کے کرنے کی سعادت مومنوں کو بھی عطا فرما رہا ہے۔ حکماً بھی، تاکہ ان کے قلوب بھی الرحمٰن الرحیم کی رحمت کے جلوے دیکھیں۔ جو جس درجہ اطاعت اتباع و محبت کرے گا، اسی قدر اس پر در رحمت کھلتے جائیں گے۔ خود پرتو رحمت بن جائے گا، رحمت بن کر رحمت کو عام کرے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورہ احزاب آیت ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اللھم صل علی سیدنا محمد ن النبی الامی و علی اله وسلم تسلیما

اور اب مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ہمیشہ صاف وسیدھی بات کہیں تاکہ وہ پاک سیرت ہوں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (سورہ احزاب آیات ۷۰-۷۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (ہمیشہ سچی اور) سیدھی بات کہا کرو'' (یعنی بات درست ہو جس میں نہ تو فریب ہو، نہ بہتان، نہ دل آزاری، بات صاف اور سچی ہو اور انداز بیان مہذب)

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

''اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک وہ بڑی مراد پائے گا''۔

اب مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا نصرت کا وعدہ ہے شرط یہ ہے کہ وہ دین حق کی پاسبانی کیلئے مستعد رہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (سورہ محمد آیت ۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ (اس کے رسول ﷺ، اس کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم جما دے گا'' (مسلمانو! تم محض اسباب پر بھروسہ نہ کرو، عزم وہمت سے دشمنوں کا مقابلہ کرو، فتح حق ہی کی ہوگی بشرطیکہ تم حق کیلئے ہو)۔

نیکی وہ ہے جو امر کے تحت ہو، اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کی اطاعت میں ہو، سورہ محمد میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْآ اَعْمَالَکُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی طاعت کرو (اس کا ارشاد مانو) اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔ (یاد رکھو کہ محنت وہی قبول ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو۔ محض دنیاوی

اور ذاتی اغراض سے نیک کام بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہ ہوں گے، دنیا میں جو چاہے تھوڑا بہت فائدہ اٹھالے)۔

آیات ذیل کامیابی وشرافت کی راہ دکھاتی ہیں:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورہ صف آیات ۲-۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے سخت بے زار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

سورہ التحریم کی یہ آیت قرآنِ حکیم میں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی آخری آیت ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی آیت وہ تھی جس میں بتایا گیا کہ اپنے رسول کریم ﷺ کی عظمت کرنا سیکھو۔ یہ عظمت ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ اسلامی عقائد یعنی تعلیم وتربیت، ہدایات، احکامات، اتباع کا درس دینے کے بعد حق تلاش کرنے والوں کو یوں تسلی دی جارہی ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ، عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ یُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ،یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ بِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورہ تحریم آیت ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچے دل سے توبہ کرلو (یعنی گناہ کا خیال بھی نہ آئے، اس میں کوئی لذت ہی باقی نہ رہے) امید ہے کہ تمہارا رب (معاف فرما کر) تمہارے گناہ تم سے دور کردے گا اور تم کو جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (یہ وہ دن ہوگا) جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو نبی کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہ کرے گا۔ اس روز ان کا نورِ ایمان ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا چلا جاتا ہوگا۔ وہ دعا کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے مکمل فرما دے (عرش سے فرش تک منور ہو جائے، سب نظر آئے) اور ہم کو بخش دے، بے شک تو ہر بات پر قادر

ہے۔

آیت مبارکہ میں کیسی شفقت سے رجوع الی اللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اس میں نہ صرف معافی کا وعدہ ہے بلکہ بے شمار انعامات کا ذکر اسی کی یقین دہانی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ایک اجمالی نظر

گزشتہ خطوط اور خصوصاً اس خط میں ان آیات کی اہمیت کے متعلق کچھ نہ کچھ آتا ہی رہا ہے، لیکن اس بنیادی حقیقت کے تحت یہی آیات دینِ اسلام کی بنیاد ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ ان کا بیان کسی قدر وضاحت سے ضرور کیا جائے۔

واضح رہے کہ اسلام امت مسلمہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو انوار سے منور کرتا ہے۔ مومن کے قلب کو ایک خاص رخ دیتا ہے، اور دنیا و آخرت دونوں جگہ ہم کو خیر و عافیت کی دعوت دیتا ہے، اس لئے یہ لازم ہے کہ ان آیات سے ہم بخوبی آگاہ رہیں۔ یہ آیات ہمیں اس کی طرف دعوتِ فکر و عمل دے رہی ہیں۔

۱: ان آیات کی خصوصی اہمیت ہے۔ ان کی پہلی ہی آیت عظمت رسول کریم ﷺ سے متعلق ہے، جو ہمارا نقطہ ایمانی ہے۔ ان آیات کی کل تعداد ۸۹ ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ الحمد شریف جو، ہر دل کی تڑپ ہے اور خطبہ حجۃ الوداع جو ہر زمانے کیلئے ایک منشور ہے شامل کرلیں، تو یہ نصف دائرہ کی صورت لے لیتا ہے اور یہ بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ جو نہیں دکھتا، وہ اللہ تعالیٰ ہے اور جو دکھتا ہے وہ اس کا حبیب پاک ﷺ ہے۔

گویا

نصف دائرہ جو دکھائی نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہے۔ نصف دائرہ جو تم دیکھ رہے ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمجھو، جو اس کا حبیب پاک ﷺ دکھا رہا ہے۔ اس طرح کل دائرہ اللہ پاک کی ذات وصفات کا دائرہ ہے۔ اللہ ہی عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ مومن کو ان صفات پر کڑی نظر رکھنا ہے۔ اس طرح حضور سرور کائنات ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

مقبول ﷺ دونوں پر نظر رکھنا ضروری ہے جو ہمارا کلمہ ہے یعنی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یاد رکھو! مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا گیا، محمد کلمہ کا جزو ہے، کلمہ میں شامل ہے، محمد ﷺ کو کلمہ سے الگ نہ کرو۔ قرآن شریف میں بھی ہر جگہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ آیا ہے۔ رسول (ﷺ) اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں، اس کا بھیجا ہوا ہے، اسلئے تمام تعلیمات کا خلاصہ اللہ و رسولہٗ ہے۔ اسلئے پہلی ہی بات جو ان ۸۸ آیات میں سمجھائی گئی، وہ رسول کریم ﷺ کی کامل عظمت اور اطاعت ہے۔ اس میں ذرا ذرا بات کا خیال رکھا جائے۔ کوئی لفظ بھی تمہاری زبان سے ایسا نہ نکلے جس سے گستاخی کا پہلو نکل سکے۔ ان آیات کا ختم توبہ پر ہوتا ہے جو سورہ التحریم کی آیت ۸ ہے۔ یہ گزشتہ اوراق میں لکھی جا چکی ہے۔

۲: یہ آیات سطح ایمانی کی بنیادی منزل ہے اور منزل اتباع کی پہلی سطح ہے۔ اس میں نفس کی اصلاح کو ہر طرح پیش نظر رکھا گیا ہے تا کہ ہر حال میں مومن فرض شناسی کا عادی ہو، خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔

۳: ان آیات کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ حقوق اللہ کے ذکر میں بھی حقوق العباد کا رخ نظر آتا ہے۔ اگر آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی والدین کی فرمانبرداری پر زور دیا گیا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ نماز کے ذکر کے ساتھ استقامت، جماعتی فلاح کی تعلیم دی جاتی ہے۔ صوم کے ساتھ تربیت نفس اور اصلاح معاشرہ پر زور ہے۔ زکوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے حلال و طیب کمائی کا حکم ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ مومن کی فکر میں دورنگی پیدا نہ ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض اور اس کی مخلوق کی خدمت کو ایک دوسرے سے الگ تصور نہ کرے۔ گویا اس کے قلب کی گہرائیوں میں توحید باری تعالیٰ رچ جائے۔ فرد و جماعت کے تصور میں اللہ وحدہٗ لاشریک کے اسمائے مبارکہ "اول، آخر، ظاہر، باطن" کی اکائی پیدا ہو جائے۔

۴: اس کے بعد یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ جن آیات کا تعلق بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ہے ان کی تعداد بیس بائیس سے زیادہ نہیں اور جن کا تعلق خدمت خلق، اصلاح معاشرہ، حقوق العباد سے ہے، ان کی

تعداد ساٹھ ستر تک ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ مومن اپنے اجتماعی فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل نہ ہو۔ وہ عبادات کو محض نماز، روزہ وغیرہ تک محدود نہ سمجھے بلکہ معاشرہ میں اپنا تعمیری اور اخلاقی کردار ادا کرے اور اس کی جدوجہد اسلام کے فروغ کی موجب بنے، ایک بیدار و مستحکم معاشرہ وجود میں آئے۔

۵: یہ انداز بھی بڑا پرفیض ہے کہ جن آیات کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان میں لوچ ہے یعنی فقہی اختلاف کی گنجائش ہے۔ مثلاً حکم ہے کہ نماز پڑھو، کیسے پڑھو (ہاتھ باندھ کر یا کھول کر) یہ فقہی اختلافات ہیں، کوئی بنیادی فرق نہیں۔ اتباع رسول کریم ﷺ کا جو انداز چاہو اختیار کرو، لیکن نماز ضرور پڑھو، اچھی طرح اور پابندی سے پڑھو۔ اس لوچ میں بڑی حکمت ہے لیکن جن آیات کا تعلق حقوق العباد سے ہے، حسن معاشرہ سے ہے، مومن کی سیرت کی تشکیل سے ہے، ان میں کسی قسم کا لوچ نہیں بلکہ ان پر سختی سے قائم رہنے کا حکم ہے۔ مثلاً سچ بولو، سچ بولنے والے کے ساتھ رہو، سچی گواہی دو، جو کہو وہ کرو---وغیرہ۔

۶: ہمارے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن احکام میں لوچ تھا، ہم نے ان میں سختی برتنا شروع کردی اور ان کو آپس کے جھگڑے کا سبب بنایا اور جن احکام پر بلا کسی فقہی اختلاف کے سختی سے قائم رہنے کا حکم تھا ان میں ہم نے لوچ پیدا کرلی، اور بسا اوقات یہ لوچ اس درجہ پیدا کی کہ حلال و حرام کا فرق مٹ گیا۔ ضروری ہے کہ ہم اسلام کی پیش کردہ وسیع النظری کو محدود کئے بغیر اپنے انفرادی فرائض کے ساتھ معاشرتی فرائض سے باخبر رہیں اور اپنی اجتماعی زندگی کی اہمیت کے پیش نظر اسے خوشگوار و مستحکم بنائیں۔

۷: ان آیات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلام کا کون سا اہم پہلو ہے جو ان میں نہ سمو دیا گیا ہو۔ توحید، عقائد و ارکان، اطاعت و اتباع وغیرہ کا بیان ہے۔ عبادات پر مختصر توجہ کے ساتھ ان آیات میں ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اہم پہلو بالخصوص معاشرے سے متعلق وضاحت سے بیان ہوئے ہیں۔ ان میں معاملات، اتحاد، محبت، مروت، دوستی و تعلقات باہمی، ربط قلبی، تربیت نفس، عورتوں کا احترام، یتیم کی نگہداشت، عدل و انصاف، ایفائے عہد، حق گوئی، حق جوئی وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ و رسول کریم ﷺ کی خوشنودی سے متعلق کرکے مومن کو اچھے اور برے (یعنی معروف و

منکر) کی تمیز عطا کی گئی۔

۸: یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ یہ سب تعلیمات درسی کتب کی طرح نہیں دی جا رہی ہیں بلکہ اس طرح دی جا رہی ہیں کہ نفس کی اصلاح میں نظر حسن معاشرہ پر رہے اور طبیعت کو بھلائیوں سے مانوس کرنے کیلئے پہلے ان کی عادت ڈالی جائے، پھر اس کو فطرت بنایا جائے۔

۹: کیسے خوش نصیب تھے حضورِ انور ﷺ کے آل علیہم السلام اور اصحاب رضی اللہ عنہم جو عہد نبوت میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے پہلے مخاطب بنے۔ قرآن شریف ۲۳ سال میں اترا لیکن یہ وہ منتخب لوگ تھے جن کے سامنے صاحبِ قرآن ﷺ کی پرنور شخصیت تھی۔ آپ ﷺ کی زبان سے جو نکلتا، ان کے دل میں اتر جاتا۔ نظر کرم سے تزکیہ نفس ہو جاتا۔ یہی توجہ ہے کہ مکی دور میں جو مسلمان ہوئے (یعنی اسلام کے صبر آزما دور میں) وہ اسلام و ایمان کے لا متزلزل ستون بن گئے اور حسنِ عمل کے بلند ترین مینار۔ انہیں اسلام میں داخل ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ آگ کا دھواں تھا اور سینہ پر گرم چٹانوں کا بوجھ لیکن ان کی زبانوں پر احد احد تھا۔

انہوں نے قرآن شریف کسی (ﷺ) کی نظر کے صدقہ میں پہلے ہی ختم کر لیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ قرآن پاک تو صاحب قرآن ﷺ سے ملاتا ہے لیکن صاحب قرآن ﷺ اللہ پاک سے ملاتے ہیں۔ ہم کو اپنے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ قرآن پاک کے انوار، اس کی تعلیمات ہمارے سامنے رہیں، ہمارے دل کی نگاہ حضورِ پاک ﷺ ہی پر رہے تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔ ہم بھی مومن کے کسی نچلے درجہ کے مستحق بن جائیں گے۔

۱۰: ان بزرگ ہستیوں کا ذکر آئندہ خطوط میں آئے گا۔ ہمیں تو اس راہ کی پہلی منزل یعنی سطح ایمانی پر جلد سے جلد آ کر اپنے لئے اسلام کی بلندیوں اور وسعتوں کو پانا ہے اور ہم کو دائرہ توحید عملی پر قیام و قرار بھی مل جائے، جو ہمارے اجتماع کی پہلی سطح ہے تو ہم پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اگر ہم نے اس کلیت کو نظر انداز کر دیا تو جو کچھ ہم ایک طرف کمائیں گے دوسری طرف ضائع کر دیں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہماری مثال اس پانی کی ہو گی جو ایک کشادہ برتن میں ہے۔ اگر برتن ایک طرف جھک گیا تو پانی

اس طرف بہہ گیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ایمان کا پانی ہمارے قلب کے تن من میں قرار نہیں پا رہا۔ کبھی ایمانی قوت جو ہم نماز روزے سے حاصل کرتے ہیں وہ ہماری معاشرتی بے اعتدالیوں سے ضائع ہو جاتی ہے اور کبھی جو کچھ معاشرہ کی فلاح و بہبود کے کاموں میں حصہ لے کر پاتے ہیں وہ عبادت کی حق تلفی کی نذر ہو جاتا ہے۔ یوں ہماری زندگی کا توازن بے اعتدالی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ہی ہم ان آیات کے مجموعے کو ایک دائرہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں، ہم نے یہ اقتباس اپنی کتاب ''ندائے حرم'' سے لیا ہے۔ ان آیات کی وضاحت کیلئے یہ کافی ہے کہ تم جان لو کہ تمہاری زندگی تین چیزوں سے عبارت ہے.

۱: مقصدیت (مجموعی طور سے یا مجموعی حیثیت سے) تمہاری زندگی کا مقصد معرفتِ الٰہی یعنی اپنے رب کو پہچاننا ہے، یہی مقصد حیات ہے۔

۲: معنویت (انفرادی طور سے یا انفرادی حیثیت سے) اپنے اعمال میں اس کی مرضی کو پیش نظر رکھنا ہے، یہی معنویت ہے۔

۳: مرکزیت: حضورِ انور ﷺ کو تمام امور میں اپنا ہادی، اپنا محسن سمجھنا ہے۔ ان ﷺ ہی کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، یہی مرکزیت ہے۔

ہم نے ان ۸۸ آیات کی مکمل فہرست کتاب کے آخر میں دی ہے تا کہ تم ان کا اور ان سے متصل آیات کا مطالعہ کسی قرآنِ حکیم سے کر سکو۔ ''فیض القرآن'' اس میں تمہارا معاون ہو گا۔

دعا ہے کہ

اللہ رب العزت تم کو اس دائرہ توحید عملی کو سمجھنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق سے نوازے --- آمین!

والسلام تمہارا دعا گو

اور خیر اندیش

بھائی میاں (ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی)

(ماخوذ از تنویر سحر)

غزل

مرتضٰی عظیم

لائی نہ صبا بوئے چمن اب کے برس بھی
کچھ سوچ کے خاموش ہیں یارانِ قفس بھی

دستورِ محبت ہی نہیں جاں سے گزرنا
کر لیتے ہیں یہ کام کبھی اہلِ ہوس بھی

نازک ہیں مراحل سفرِ منزلِ غم کے
اس راہ میں کھو جاتی ہے آوازِ جرس بھی

آزاد بھی ہو جائیں گے آخر ترے قیدی
اک روز بکھر جائے گی زنجیرِ قفس بھی

دیوانہ ابھی تک ہے اسی دشمنِ جاں کا
آتا ہے دلِ زار پہ غصہ بھی، ترس بھی

کچھ آپ کا غم، کچھ غمِ جاں، کچھ غمِ دنیا
دامن میں مرے پھول بھی ہیں، خار بھی، خس بھی

چپ رہ کے بھی ممکن نہ رہا درد چھپانا
اک شعلہ آواز ہے اب موجِ نفس بھی

ارشاداتِ غوثُ الصمدانی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مرتبہ: سید کامران شاہ بخاری (وڈپگہ)

شکوۂ تقدیر اور اصلاح نفس: تقدیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا دین اور توحید، توکل اور اخلاص سب کی موت ہے۔ قلبِ مومن میں چون وچرا کی گنجائش نہیں، وہ تو صرف ہاں کہہ کر اقرار کرتا ہے۔ ہاں نفس کی عادت مخالفت اور نزاع ہے جو شخص اس کی اصلاح چاہتا ہے اسے اتنا مجاہدہ کرنا چاہئے کہ اس کی شرارت سے محفوظ ہو جائے۔ نفس انسانی سراپا شر ہے لیکن مجاہدہ کی وجہ سے مطمئنہ ہو کر خیر مجسم بن جاتا ہے اور ترک معصیت وعبادت میں مطیع ہو جاتا ہے۔ اس وقت کہا جاتا ہے "اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی جانب لوٹ آ، تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش"۔

اس وقت اس کی خواہشات درست ہوتی ہیں کیونکہ شر زائل ہو جاتا ہے اور مخلوقات سے لگاؤ باقی نہیں رہتا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صحیح نسبت حاصل ہوتی ہے۔ آپ بالکل بے نفس تھے اور خواہش نفس کے بغیر چلتے پھرتے تھے اور قلب اس قدر مطمئن تھا کہ جب ساری مخلوق نے اپنی امداد پیش کی تو آپ نے فرمایا "مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں، میرے حال کی اس کو خبر ہے پھر کسی سے سوال کی حاجت نہیں۔ یہ شانِ تسلیم ورضا ایسی پسند آئی کہ آگ کو حکم ہوا "اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا"۔

صبر کا پھل: صبر کرنے والوں کیلئے دنیا میں خدا کی بے شمار مدد ہے اور آخرت میں بے اندازہ نعمت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا"۔ لوگ خدا کیلئے جو تکلیفیں اٹھاتے ہیں ان سے وہ بے خبر نہیں ہے۔ گھڑی بھر اس کیلئے صبر کر لو، برسہا برس اس کے لطف وانعام دیکھو گے۔

شجاعت بھی صبر ہی کا نام ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ مدد کرنے اور کامیاب بنانے میں صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ اس لئے صبر کرو، ہوشیار ہو جاؤ اور اس سے غافل نہ رہو۔ اپنی بیداری کو موت پر نہ اٹھا رکھو، اُس وقت تمہارا بیدار ہونا کچھ کام نہ آئے گا۔ خداوند تعالیٰ کا سامنا ہونے سے پہلے تیاری کرلو۔ تنبیہ سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ ورنہ پشیمان ہو گے اور اس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی۔

تزکیہ باطن: اپنے دلوں کی اصلاح کرلو، اگر وہ ٹھیک ہو گیا تو تمہارے سارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے اسلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ابنِ آدم کے اندر گوشت کا ایک ٹکرا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور کہیں وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے اور وہ دل ہے''۔ تقویٰ، توکل، توحید اور اخلاصِ اعمال سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے اور ان صفات کے معدوم ہونے سے وہ بگڑ جاتا ہے۔ بدن کے پنجرے میں دل ایک پرندہ ہے یا ڈبیا میں موتی یا صندوق میں خزانہ۔ موتی اور خزانہ کا اعتبار ہے، پنجرا، ڈبیا اور صندوق معتبر نہیں۔ اے اللہ! ہمارے اعضاء کو اطاعت کا شغل اور قلوب کو معرفت عطا فرما اور ساری زندگی، اور ہمیں ساری زندگی رات دن اسی میں مشغول رکھ اور ہمیں سلف صالحین میں شامل فرما اور ہمیں بھی وہ سب کچھ عطا فرما جو انہیں عطا فرمایا اور ہمارا ہو جا جیسا کہ ان کا ہو گیا تھا۔

اللہ کے بندے بنو: لوگو! اللہ کے ہو جاؤ جیسے نیک بندے اس کے ہو گئے تھے۔ وہ تمہارا ہو جائے گا جیسے ان کا ہو گیا تھا اگر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو۔ اُس کیلئے صبر کرو اور سارے معاملات میں راضی بہ رضا رہو۔ بزرگوں نے دنیا ترک کر دی تھی اور جو کچھ لیا تھا تقویٰ اور پرہیزگاری کے ہاتھوں لیا۔ پھر انہوں نے آخرت طلب کی اور اس کی خاطر عمل کئے، اپنے نفس کا کہنا مانا اور پروردگار کے حکم پر چلتے رہے، پہلے اپنی اصلاح کی پھر دوسروں کو نصیحت کی۔

تزکیہ نفس: عزیزِ من! دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اپنے نفس کی اصلاح مقدم سمجھو اور جب تک تمہاری اصلاح کی ضرورت باقی ہے دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ افسوس تم خود ڈوب رہے ہو، دوسروں کو کیا بچاؤ گے۔ تو خود اندھا ہے دوسروں کی کیا رہبری کرے گا۔ ڈوبنے والے کو ماہر

پیراک ہی بچاتا ہے اور اندھے کا ہاتھ بینا پکڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تک لوگوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جسے اس کی معرفت حاصل ہو۔ جو خود ہی اس کو نہیں جانتا وہ اس کا راستہ کیا دکھائے گا۔

توحید و اخلاص: اگر تجھے خدا سے محبت ہے اور اس کیلئے اخلاص سے عمل کرتا ہے اور صرف اسی سے ڈرتا ہے تو اسکے تصرفات میں اعتراض نہ کر۔ یہ دل کی باتیں ہیں زبان کی نہیں، یہ خلوت کی چیز ہے محفل کی نہیں۔ اگر توحید دروازہ پر ہو اور شرک گھر کے اندر تو یہی نفاق ہے۔ افسوس! تیرے لب پر تقویٰ اور قلب میں فسق و فجور ہے، زبان شکر گزار اور دل معترض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اے ابنِ آدم! میری طرف سے بھلائی اترتی ہے اور تیری جانب سے برائی چڑھتی ہے''۔ تجھ پر افسوس، اسکا بندہ ہونے کا دعویٰ اور غیر کی اطاعت۔ اگر واقعی تو اسکا بندہ ہوتا تو اسی کیلئے دشمنی رکھتا اور اسی کیلئے دوستی۔ سچا مومن اپنے نفس، شیطان اور اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا۔ وہ شیطان کو جانتا ہی نہیں تو پیروی کیا کرے گا۔ وہ دنیا کی پرواہ ہی نہیں کرتا اس کیلئے ذلیل کیا ہوگا، وہ دنیا کو ذلیل سمجھتا ہے۔ آخرت کا طالب ہوتا ہے جب وہ مل جاتی ہے تو اس کو چھوڑ کر اپنے مالک سے جا ملتا ہے اور ہمہ وقت صرف اسی کی عبادت کرتا ہے، وہ خدائے برتر و بزرگ کا قول سن چکا ہے'' (ان کو اسی کا حکم ہوا ہے کہ وہ یکسو ہو کر اخلاص کے ساتھ صرف خدا کی عبادت کریں)''۔ خدا کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا چھوڑ دے اور خدا کو یکتا جان، اسی نے تمام چیزیں پیدا کیں اور اسی کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ غیر خدا سے مانگنے والے! تو بے وقوف ہے، کیا ایسی بھی کوئی چیز ہے جو خدا کے خزانہ میں نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں''۔

رضا بہ قضا: میرے عزیز! صبر کر اور راضی برضا ہو کر کشادگی کے انتظار میں عبادت میں مصروف ہو جا اور تقدیرِ الٰہی کی راہ دیکھ۔ جب تو ایسا ہو گا تو اس کے لطف و کرم کی اتنی بارش ہو گی کہ تو اس کی طلب و تمنا بھی نہیں کر سکتا۔ مقدرات کی موافقت کر اور عبدالقادر کی بات مان۔ وہ بھی تقدیر کی موافقت کیلئے کوشش کرتا ہے، راضی بہ رضا ہونے کی وجہ سے میں قادر تک پہنچا ہوں۔

دوستو! آؤ ہم سب خدا کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔ تقدیر کے بارے میں اپنے عجز کا اظہار کریں اور اپنے ظاہر و باطن سے اس کے سامنے جھک جائیں اور اس کے رکاب میں چلیں کیونکہ بادشاہ کی بھیجی

ہوئی ہے۔ اسی بادشاہ کی وجہ سے اس کی عزت کرنا چاہئے جب ہم اسکے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے تو وہ ہمیں اپنے ساتھ قادر مطلق کے پاس لے جائے گی۔ ''وہاں صرف خدا ہی کی بادشاہت ہے''۔ تجھے اسکے علم کے دریا سے پینا، اسکے کرم کے دستر خوان سے کھانا، اس کی محبت سے مانوس ہونا اور اس کی رحمت میں چھپنا مبارک ہو! یہ ایک بات ہزاروں میں فرد ہے اور تمام کنبوں، قبیلوں میں سے کسی ایک کا نصیب۔

تقویٰ: عزیزِ من تقویٰ اختیار کر، شریعت کے حدود کا خیال رکھ۔ نفس، شیطان، خواہش اور برے ساتھیوں کی مخالفت کرتا رہ۔ بندہ مومن ان سے لڑنے میں سر سے خود نہیں اتارتا، تلوار نیام میں نہیں کرتا، گھوڑے کی پیٹھ سے زین جدا نہیں کرتا بلکہ کاٹھی پر سوار رہتا ہے۔ ان کی نیند غلبہ ہے اور فاقہ خوراک، گفتگو از روئے ضرورت ہے اور خاموشی ان کا شیوہ، صرف خدا کے حکم سے بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ان کو گویا کرتا ہے اور دنیا میں ان کے لبوں کو اس طرح جنبش دیتا ہے جس طرح قیامت میں اعضاء کو گویائی عطا ہوگی، جو خدا ہر بولنے والے کو بولنے کی قوت بخشتا ہے۔ وہی ان کو بھی گویا کرتا ہے اور اس طرح گویا کرتا ہے جیسے جمادات بولنے لگتے ہیں، جب چاہتا ہے اسباب مہیا کرتا ہے، وہ بولنے لگتے ہیں جب ان سے کام لینا چاہتا ہے تو اس کیلئے ان کو تیار کر دیتا ہے۔ جب اس نے بندوں کو تہدید و بشارت سنانا چاہی کہ ان پر حجت قائم ہو سکے تو رسولوں اور نبیوں کو فصاحت عطا فرمائی۔ جب انہیں اپنے پاس بلا لیا تو باعمل علماء کو ان کا قائم مقام بنا دیا اور مخلوق کی اصلاح کیلئے ان کو از روئے نیابت گویائی بخشی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں''۔

شکر: دوستو! خدائے برتر و بزرگ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان کو اسی کا عطیہ سمجھو کیونکہ وہ فرماتا ہے ''جو کچھ نعمت تمہارے پاس ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے''۔ اس کی نعمتوں میں لوٹنے والو! تمہاری شکر گزاری کہاں گئی؟ اس کی دی ہوئی نعمتوں کو غیر کی طرف سے سمجھنے والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ کبھی تم اس کی نعمتوں کو غیر کی بخشش سمجھتے ہو اور کبھی ان کو کم سمجھ کر مزید نعمت کے منتظر رہتے ہو اور کبھی انہی نعمتوں سے گناہوں میں مدد لینے لگتے ہو۔

باب شاہی: عزیزِ من! تمہیں خلوت میں ایسے تقویٰ کی ضرورت ہے جو گناہوں اور لغزشوں سے باہر لائے اور ایسے مراقبے کی حاجت ہے جو خدا کی نظر عنایت کو یاد دلائے۔ خلوت میں تمہیں ایسی ہی کیفیت کی ضرورت ہے۔ پھر بھی ضروری ہے کہ شیطان، نفس اور خواہش سے مقابلہ کرتے رہو کہ عام لوگوں کی بربادی لغزشوں سے ہے، زاہد کی تباہی خواہشات نفس سے ہے اور ابدال کی ہلاکت کا باعث وسوسے ہیں اور صدیقین کی تباہی ماسوا ٰ ب ب توجہ سے ہے۔ ان کا کام اپنے دل کی نگہداشت کرنا ہے کیونکہ وہ شاہی دروازے پر سونے والے ہیں۔ وہ دعوت کے مقام پر کھڑے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی معرفت کی طرف بلا رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ دلوں کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں اے دل، اے ارواح، اے جن وانس، اے بادشاہ کے طلبگارو! چلو باب شاہی کی طرف چلو۔

آخر زمانہ: یہ آخری زمانہ ہے، جھوٹ اور نفاق کی گرم بازاری ہے۔ منافقین اور جھوٹے دجالوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ تجھ پر افسوس! خود تیرا النفس منافق، جھوٹا، کافر ہے، مشرک اور بے دین ہے اس کے ساتھ کیسے اٹھتے بیٹھتے ہو۔ اس سے لڑو، دوستی نہ کرو، اسے مقید رکھو آزاد نہ چھوڑو، قید خانہ میں ڈالو اور واجبی حقوق ادا کرو، مجاہدات سے اسے زیر کرو۔ رہیں خواہشیں تو اُن پر قابو رکھو، انہیں بے قابو نہ ہونے دو ورنہ وہ تجھ پر سوار ہو جائیں گی۔ طبیعت کا ساتھ نہ دو وہ ایک ناسمجھ بچہ ہے۔ تم ایک بچے سے کیا سیکھو گے، اور کیا پاؤ گے؟۔ شیطان تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا دشمن ہے تم اس سے کیسے نسبت رکھتے ہو اور کیسے اس کے کہے میں آتے ہو تم میں اور اس میں پرانی دشمنی اور خون کا جھگڑا ہے، تم اس سے نڈر نہ ہو، وہ تمہارے ماں باپ کا قاتل ہے پس جب تم پر قابو پائے گا تو تمہیں بھی قتل کر دے گا جس طرح انہیں قتل کر دیا تھا۔ (اس سے لڑنے کیلئے) تقویٰ کو اپنا ہتھیار بناؤ اور توحید، مراقبہ، تنہائی میں پرہیزگاری، سچائی اور اللہ تعالیٰ سے امداد کو اپنا لشکر بناؤ۔ وہ ہتھیار اور یہ لشکر اس کو شکست دے گا اور اس کے لشکر کو پارہ پارہ کر دے گا۔ جب حق تیرے ساتھ ہے تو شکست کیوں نہ دے گا۔

ماسواء سے بیگانگی: میرے عزیز! آخرت اور دنیا کو ملا لو اور ایک طرف رکھ دو اور دنیا و آخرت کا

خیال قلب سے نکال کر اپنے مولا کے ہو رہو۔ ماسواء سے خالی ہو کر اس کی جانب متوجہ ہو۔ خالق کو چھوڑ کر مخلوق میں گرفتار نہ ہو۔ ان اسباب کو چھوڑ و اور ان معبودوں کو نکال باہر کرو۔ جب اس پر قابو پا جاؤ پھر دنیا کو نفس کیلئے آخرت کو دل کیلئے اور مولا کو باطن کیلئے چن لو۔

توبہ: نفس وخواہش اور دنیا و آخرت کے ساتھی نہ بنو اور ماسوا اللہ کے پیچھے نہ پڑو تو ایسا خزانہ ہاتھ آئے گا کہ کبھی ختم نہ ہو اور حق تعالیٰ کی جانب سے ایسی ہدایت ملے گی کہ کبھی گمراہی نہ ہوگی۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور ان گناہوں سے اپنے مولیٰ کی طرف بھاگو۔ توبہ کرو تو دل سے کرو، توبہ ایک انقلاب حکومت ہے۔ خدا سے شرما کر گناہ کا لباس اتار ڈالو اور سچی توبہ کرو۔ شرعی احکام پر عمل کر کے اعضاء کی پاکیزگی کے بعد یہ دل کے اعمال ہیں، جسم کا ایک عمل ہے اور قلب کا ایک عمل۔ وہ اسباب کے میدان سے نکل کر اور تعلقات سے چھوٹ کر توکل، معرفت اور اللہ تعالیٰ کے علم کے سمندر میں کشتی ڈالتا ہے اور سب کو چھوڑ کر خالق اسباب کی تلاش کرتا ہے جب اس سمندر کے بیچ میں پہنچتا ہے تو پکار اٹھتا ہے ''جس نے مجھے پیدا کیا وہی ہدایت دے گا''۔ تو اسے ایک ساحل سے دوسرے ساحل اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہدایت ملتی رہتی ہے۔ آخر کار وہ صراطِ مستقیم پا لیتا ہے پھر جب اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو راستہ روشن ہوتا جاتا ہے اور گرد و غبار چھٹتا جاتا ہے۔ خدائے برتر و بزرگ کو ڈھونڈنے والا دل راہیں طے کرتا ہوا ہر چیز کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ جب راہ میں کہیں اسے ہلاکت کا خوف لاحق ہوتا ہے تو ایمان ظاہر ہو کر اسے بے خوف کر دیتا ہے۔ خوف و دہشت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ اس کی جگہ قرب خداوندی کی خوشی اور محبت کا نور آ جاتا ہے۔

جلال و جمالِ باری: میرے عزیز! جب تمہیں کوئی بیماری ہو جائے تو صبر اور سکون سے رہو یہاں تک کہ دوا ہاتھ آ جائے اور جب دوا مل جائے تو شکر ادا کرو۔ جب تمہارا یہ حال ہوگا تو دنیا بھی عیش سے گزرے گی۔ جہنم کا خوف مومنین کا جگر کاٹے ڈالتا ہے۔ ان کے چہروں کا رنگ اڑ جاتا ہے اور دل رنج سے دھڑکتے ہیں۔ جب یہ کیفیت قائم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و شفقت کے چھینٹے دیتا اور آخرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ وہ اپنی جائے امن دیکھ کر کچھ سکون پاتے ہیں۔ اطمینان کا سانس

لیتے ہیں اور ذرا خوش ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے جلال وعظمت کا دروازہ کھل جاتا ہے جو ان کے دلوں اور ان کے اسرار کو کاٹ ڈالتا ہے اور خوف پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے جب یہ حالت بھی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو ان کیلئے جمال کا دروازہ کھول دیتا ہے تو اس سے ان کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے اور وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ایسے مقام میں قیام کرتے ہیں جن میں اوپر تلے درجات ہیں۔

فکرِ قلب وباطن: میرے عزیز! تمہیں اس کا فکر نہ ہونا چاہئے کہ کیا کھاؤ گے اور کیا پیو گے، کیا پہنو گے اور کہاں رہو گے، کس سے شادی کرو گے اور کیا جمع کرو گے؟۔ یہ سب تو نفس اور طبیعت کا شوق ہے۔ قلب وباطن کا فکر کہاں ہے؟ جس کا نام حق کی طلب ہے۔ تمہارا ارادہ وہی ہے جو تمہیں پریشان رکھے۔ لہٰذا تمہارا مقصود تمہارا پروردگار اور وہ چیز ہو جو اس کے پاس ہے۔ دنیا کا بدل آخرت ہے اور مخلوق کا بدل خالق۔ اس دنیا میں جس چیز کو بھی تو چھوڑے گا اس کا بہتر عوض آخرت میں ملے گا۔

یوں سمجھو کہ تمہاری عمر کا صرف یہی ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ لہٰذا آخرت کیلئے تیار ہو جاؤ اور ملک الموت کی راہ دیکھو۔ دنیا لوگوں کی لونڈی ہے اور آخرت ان کے آباد ہونے کی جگہ۔ جب اللہ تعالیٰ کی غیرت آئے گی تو ان کے اور آخرت کے درمیان حائل ہو جائے گی اور تکوین آخرت کی قائم مقام بن جائے گی۔ لوگ نہ دنیا کے محتاج رہیں گے نہ آخرت کے۔

اے جھوٹے! تو خوشحالی میں اللہ کو محبوب سمجھتا ہے لیکن جب مصیبت آتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے گویا تیرا محبوب خدا نہ تھا۔ بندہ آزمائش ہی کے وقت ظاہر ہوتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلائیں آئیں اور تو ثابت قدم رہے تو تُو بے شک محب ہے اور اگر حالت میں تغیر آجائے تو جھوٹ کھل گیا اور محبت کا پہلا دعویٰ ٹوٹ گیا۔ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا فقر کو چادر بنانے کیلئے تیار ہو جا۔ دوسرا شخص حضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ عزوجل کو محبوب سمجھتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلا کو چادر بنا لے۔ خدا اور اس کے رسول کی محبت فقر وبلا کے ساتھ ملی ہوئی ہے اسی لئے بعض صالحین نے کہا ہے'' دوستی کے ساتھ بلا مقرر کی گئی ہے تاکہ ہر کوئی محبت کا دعویٰ نہ کرے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر شخص اللہ تعالیٰ کی

محبت کا دعوے دار ہو جاتا۔ بلا و فقر پر جمے رہنا محبت کی علامت ہے"۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں خوبی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

نزولِ بلا و صبر: خداوند تعالیٰ سے علیحدگی و دوری نے تجھے مغرور کر دیا ہے۔ ذلیل کئے جانے اور مار پڑنے سے پہلے اپنے غرور سے باز آجا۔ سانپ بچھو کے عذاب مسلط ہونے سے پہلے باز آجا۔ تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا اسی لئے دھوکے میں پڑ گیا۔ اپنی چیزوں پر خوش نہ ہو، یہ عنقریب جاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "جب وہ ان نعمتوں میں مسرور ہوئے جو ہماری دی ہوئی تھیں تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا"۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی تاکید فرمائی ہے۔ صبر و فقر کے مزے مومن ہی جانتے ہیں اور مومن عاشق ہی تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں۔ مصائب کے ساتھ نیکیوں کا الہام ہوتا ہے اور جو نئی تکلیفیں ان کے رب کی جانب سے ان کو پہنچتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں۔ اگر صبر نہ ہوتا تو تم مجھے اپنے مجمع میں نہ دیکھتے۔ گویا میں پھنسا ہوا پرندہ ہوں جس کے ذریعے چڑیاں پھنسائی جاتی ہیں۔ رات کی رات میری آنکھیں کھول دی جاتی ہیں اور پاؤں آزاد کر دیئے جاتے ہیں، دن کو آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں اور پاؤں میں پھندا ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ تمہاری ہی بھلائی کیلئے ہے لیکن تم سمجھتے نہیں۔ اگر توفیقِ الٰہی رفیق نہ ہوتی تو کون عقلمند ان شہریوں میں رہنا گوارا کرتا اور یہاں ٹھہرتا کیوں کہ یہاں ریا، نفاق اور ظلم عام ہیں اور شبہ و حرام کی کثرت ہے۔ نعمتوں کی ناشکری اور فسق و فجور کیلئے ان کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ اکثر وہ لوگ جو گھر میں رہیں تو بدکار اور دکان پر آئیں تو پرہیزگار۔ کھانے پینے میں زندیق اور منبر پر بیٹھیں تو صدیق۔ اگر پابند حکم نہ ہوتا تو تمہارے گھروں کی باتیں بتا دیتا لیکن میری ایک بنیاد ہے جس پر تعمیر کرنا ہے اور بچے ہیں جنہیں تربیت دینی ہے اگر میں اپنی معلومات کا اظہار کروں تو یہ میری اور تمہاری جدائی کا سبب بن جائے۔ میں اپنی موجودہ حالت میں انبیاء و مرسلین کی طاقت کا محتاج ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے زمانہ تک تمام گزشتہ بزرگوں کے صبر کا حاجت مند ہوں۔ مجھے ربانی قوت کی ضرورت ہے۔ اے میرے اللہ مہربانی اور مدد فرما اور اپنی رضا نصیب فرما --- آمین!۔

بابائے مالاکنڈ

حضرت عبدالحکیم قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

محمد شاہد ودود ایڈوکیٹ

ہر دور میں تاریخ کے سینے میں کچھ نام ایسے بھی ہوتے ہیں جو لاتعداد لوگوں میں مقبول اور اپنی ذات میں ایک انجمن ہوا کرتے ہیں۔ جو بیکراں عظمتوں کے حامل، بے بہا صلاحیتوں کے مالک، بے شمار امیدوں کا محور اور بے قرار دلوں کا سرور ہوتے ہیں۔ میخانہ عشق و مستی کے ان سُقان اور رندوں میں ایک بلند مرتبہ شخصیت حضرت عبدالحکیم قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آتا ہے جن کی صوفیانہ شاعری کا معیار ان کے مولد ضلع دیر کے فلک بوس پہاڑوں سے بلند بلکہ بہت بلند دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ، خوشحال خان خٹک، حافظ الپوری اور امیر حمزہ شنواری جیسے سخنوروں اور سخن طرازوں کے قلم کے اس امین نے ۱۹۳۵ء میں عبدالستار صاحب کے ہاں مالاکنڈ ڈویژن کے ضلع دیر کی تحصیل میدان کے ایک گنجان آباد گاؤں کنبڑ میں آنکھ کھولی، نسباً قریشی تھے۔ کسی سکول یا مدرسہ کبھی نہ گئے بلکہ اپنے ہی گاؤں کی ایک مسجد کے امام گل نامی پیش امام سے قرآن پاک اور ابتدائی دینی کتب کی تعلیم حاصل کی مگر صرف دس برس ہی کی عمر میں یہ سلسلہ بھی اس وقت منقطع ہو گیا جب آپ کے والد نے ۱۹۴۵ء میں میدان سے بٹ خیلہ ہجرت کر لی۔ اس زمانہ میں شاہجہان خان نواب آف دیر تھے۔

عبدالحکیم قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے محنت شاقہ اور شعر گوئی ہر دو میدانوں میں کم عمری سے ہی قدم رکھا۔ شعر و نغمہ کی صلاحیت تو گھٹی ہی میں تھی مگر اس میں اس وقت تصوف کا رنگ غالب آ گیا جب آپ نے بیس برس کی عمر میں حضرت شریف اللہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ آف تنگی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

مرشد ارشد کی عقابی نظر نے آپ کو اول روز ہی پرکھ لیا تھا۔ چنانچہ بعد ازاں مرشد پاک کی بارگاہ سے آپ کو دیگر تین سلاسلِ طریقت یعنی چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ بھی عطا ہوئے جبکہ سلسلہ عالیہ قادریہ

میں ماذون تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث الاعظم دستگیرؒ کی گیارہویں شریف ہر مہینے اور حضور خواجہ غریب نوازؒ کی چھٹی شریف ہر سال چھ رجب المرجب کو بڑی باقاعدگی اور عقیدت سے دیا کرتے تھے۔ ہر سال بڑی چھٹی شریف کے موقع پر لنگر کیلئے اپنا جانور ذبح کرتے۔ ذبح کرنے سے پہلے مذبح کو اچھی طرح دھوتے اور ذبیحہ کو نہر پر لے جا کر اچھی طرح غسل دیتے۔

علاوہ ازیں محرم الحرام کے موقع پر بھی محافل سعید بیاد امام عالی مقام امام حسینؑ منعقد کرتے۔ حضرت امام حسینؑ سے آپ کو ایک خاص قسم کا انس تھا۔ آپ نے اپنی نشست گاہ کے اوپر والی چھت پر ایک ہال موسوم بہ ''حسینی ہال'' تعمیر کروایا تھا جس میں محفل سماع منعقد ہوتی۔ یہیں پر آپ کا دار المطالعہ بھی تھا۔ امام پاکؑ کو منظوم خراج تحسین آپ نے ''صابر امام'' نامی اپنی کتاب میں پیش کیا ہے۔ اپنے اس عشق کا حاصل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

د حسین د مینے داغ م زڑہ چراغ کہ

د جلوت تماشا گورم بہ خلوت کنبے

محبت پنجتن پاک اور تکریم سادات کے داعی تھے۔ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مجھے حالت بیداری میں میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر اپنی دید سے مشرف فرمایا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں شل ہو گیا ہوں مجھ سے چلا نہ گیا حتی کہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میرے پاس تشریف لے آئے تو میں نے آپ کی قدم بوسی کی، اپنے کلام میں آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متعلق فرماتے ہیں

کہ څوک بوئی م شیعہ او کہ سُنی

ما د علی در کبنے نیولے دہ جولی

د عبدالحکیم پخہ عقیدہ دا دہ

سخی جان دے ما بہ پرے نہ ردی خالی

آپ کی شاعری آپ کی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، حضور غوث پاکؒ، حضور خواجہ غریب

نواز رحمۃ اللہ علیہ، اسلاف اور وطن سے محبت کی غماز ہے، کیا خوب فرمایا

چہ شوک نہ منی صدیق، عثمان عمر
هغه نه منی د دوؤ کونو سرور
یا چه علی گنړی جدا دے مصطفی نه
اعتراض کنی په حدیث د پیغمبر
مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِي مَوْلَاهُ حدیث دے
دیر مخ د دوؤ ستر گونے نظر

فرمایا کرتے تھے نبوت اور ولایت ایک ہی چہرہ کی دو آنکھیں ہیں۔ حضور غوث الاعظم دستگیر پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق گوہر افشانی کچھ یوں کرتے ہیں

درکړے ده مولی په دوانه کونه سلطانی
رب د پاره ته اوکړه په مونږ مهربانی
نور الانوار نے د محمد مصطفی
نے جگر گوشه د علی مرتضی
لخت جگر نے د خیر النساء
سر خم ستا په درکښے کل اولیاء
تاج د ولایت دے په سر ایښے نورانی
رب د پاره ته اوکړه په مونږ مهربانی

بارگاہِ نائب مصطفیٰ فی الہند رحمۃ اللہ علیہ میں آپ کا طریقہ استمداد کچھ یوں ہے

اوکړه کرم غریب نوازه پیرا
د بے چارانو چاره سازه پیرا
اے په مستانو کښے مستانه خواجه

خـــار شــم لـــہ تـــانـــہ

اس کے علاوہ شیخ شرف الدین اولیاء، عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ، علامہ اقبال، قائداعظم اور پاکستان کی شان میں بھی ارمغانِ عقیدت پیش کیا ہے۔

عبدالحکیم قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ بٹ خیلہ کے زعماء میں سے تھے لیکن سدا کسر نفسی سے کام لیا گویا مٹے ہوئے انسان تھے۔ آپ کے در دولت پر جو بھی بڑے سے بڑا عہدیدار آیا آپ نے اسے عوام کی رفاہ اور فلاح کیلئے کہا نہ کہ ذاتی فائدے اٹھائے۔ اپنے پاس آنے والے گدا و امیر کو ایک نظر سے دیکھتے حتی کہ تقسیم لنگر میں بھی کوئی تمیز نہ تھی۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک اور دل میں دکھی انسانیت کیلئے درد کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے۔

ایک مرتبہ کالعدم "تحریک نفاذِ شریعت" کے سربراہ صوفی محمد کی بٹ خیلہ بازار میں آمد ہوئی۔ اس کے اردگرد کافی سارے محافظین اسلحہ لئے چوکنے کھڑے تھے۔ اس عالم میں ٹریفک بند ہوگئی تھی جس سے عوام کو وقتی طور پر تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اتفاق سے آپ بھی اس وقت بازار میں موجود تھے۔ آپ نے عالم جلال میں سیدھا جا کر صوفی محمد کو گریبان سے پکڑ لیا اور فرمانے لگے کہ تو شریعت لائے گا، کیا شریعت یوں ہی ٹریفک بند کر کے لوگوں کو تکلیف دینے کا نام ہے؟ اگر کوئی مریض ایسے میں مر گیا تو کون ذمہ دار ہوگا؟ آپ کی ان سچی باتوں پر صوفی محمد اور اس کے محافظین مکمل خاموش کھڑے رہے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

آپ کی حق گوئی و صاف گوئی کا ایک اور واقعہ یوں ہے کہ ایک روز ایک جبہ و دستار والا مولوی اپنے بیٹے کو لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنے بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی، آپ خاموش رہے۔ موصوف نے جب دوبارہ درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اسے (اپنے بیٹے) کو اگر ہمارے مدرسے میں داخل کرواتے ہو تو دعا کروں گا اور اگر کہیں اور کرواتے ہو تو وہیں سے دعا کروا لوں۔ جب وہ مولوی چلا گیا تو آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ یہ مولوی دوسرے گاؤں سے آیا تھا اور تقریباً پچیس جریب زمین کا مالک ہے۔ مجھ فقیر نے اسے پھر بھی حسب توفیق پچیس تیس روپے دیدیئے کیونکہ روپے نہ دیئے

کی صورت میں یہ بددعائیں دیتا ہے۔

حضرت عبدالحکیم قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ حج اور دو مرتبہ عمرہ کی سعادتیں پائیں۔ اپنے واحد سفرِ حج کا عجیب واقعہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ رات خواب میں دیدارِ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ کل میرے دیدار کیلئے آنا۔ جب آنکھ کھلی تو سوچا کہ سارا مال و متاع بیچ کر بھی کل پانچ ہزار روپے تو بنتے نہیں بھلا حج کیسے کر پاؤں گا۔ ان دنوں آپ کے ایک معتقد پیر یعقوب شاہ مالاکنڈ کے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔ اگلے دن صبح نو بجے انہوں نے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حج کی تیاری کریں۔ ٹکٹ اور زادِ رہ حضرت کو پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ یہ بالکل پاک اور صاف پیسہ ہے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب روضہ اقدس پر میری حاضری ہوئی تو فرطِ جذبات سے میں جالی مبارک کے ساتھ چمٹ گیا اور آدھا گھنٹہ چمٹا رہا، خوب دل کی بھڑاس نکالی۔ اس دوران نجدی شُرطوں نے مجھے اتنا مارا کہ میرے آس پاس کھڑے لوگ یہ یقین کر بیٹھے کہ میں تو مر گیا ہوں گا لیکن جب میں سنہری جالیوں سے جدا ہوا تو مجھے ان کے مارنے کا ذرا بھر احساس نہ تھا۔

یہ واقعہ تو حضرت کے فقط ایک عقیدتمند حاکم کا ہے۔ آپ کو مالاکنڈ ایجنسی کے دیگر مختاروں یعنی پولیٹکل انتظامیہ کی جانب سے بھی ''بابائے مالاکنڈ'' اور ''فخر مالاکنڈ'' کے خطابات ودیعت ہوئے تھے۔ آفتاب شیر پاؤ کی وزارت علیا کے دور میں آپ کی ادبی خدمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ کو ایک لاکھ روپے بیماری الاؤنس دیا گیا۔

زندگی بھر کسی سے کوئی طمع نہ کیا، کوئی کچھ لے آیا تو اسے منع نہ کیا اور اگر لایا ہوا مال اسباب اگر ضرورت سے بڑھ تو اسے جمع نہ کیا بلکہ مخلوق خدا میں بانٹ دیا۔ یقیناً یہ وطیرۂ فقراء ہے۔ آپ کی ذات بابرکات ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'' کی زندہ و جاوید مثال تھی۔ کیونکہ آپ نے اپنی گفتار و کردار سے ہر طبقہ زندگی کو اپنی گرویدہ بنایا ہوا تھا۔ فارسی اور پشتو زبانوں میں آپ کی شاعری صوفی ادب کا عظیم سرمایہ ہے جو روح کی پاکیزگی اور تزکیۂ نفس کے سامان کا درجہ رکھتی ہے۔ خصوصاً پشتو صوفیانہ اور مدحیہ شاعری

میں آپ کا منفرد انداز آپ کو اس زبان کی بیسویں صدی کے شعراء میں درجہ بلند پر فائز کرتا ہے۔ چھ مجموعہ ہائے کلام آپ کے عظیم وارفع خیالات ونظریات کے عکاس ہیں جن میں سے فی الحال تین مطبوعہ حالت میں ہیں جبکہ دیگر تین غیر مطبوعہ ہیں۔

مطبوعہ کتب کے نام یہ ہیں: دحق تورہ، انسانی معراج اور صابر امام۔ جبکہ غیر مطبوعہ کلام ''سوزِ قادری، قلندر بابا اور تعمیری غزل ہیں۔

پہلے مجموعہ کلام ''دحق تورہ'' کا انتساب اپنے مرشد ارشد کے نام ہے جبکہ دوسری کتاب ''انسانی معراج'' سید محی الدین شاہ کے نام کی گئی ہے۔ انسانی معراج کی تمہید امیر حمزہ خان شنواری نے تحریر فرمائی ہے۔ اپنی زندگی کے تیسرے اور آخری طبع شدہ مجموعہ کلام ''صابر امام'' کو حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے اسم مبارک ہی سے معنون کیا ہے۔ آپ نے ایک شادی کی، اللہ تعالیٰ نے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ چار پانچ پیچیدہ بیماریوں میں رہنے کے باوجود بڑے استقامت پسند اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔

عقیدہ صمیم اور صراطِ مستقیم پر کاربند اللہ تعالیٰ کا یہ دوست، مداح رسول ﷺ اور مدحت گزار اہل بیت رسول کریم ﷺ بروز اتوار ۲۶ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو راہی ملک عدم ہو گیا۔

آپ نے اپنی حیات مقدسہ میں وصیت فرمائی تھی کہ میری موت کے اعلانات نہ کروانا جیسا کہ دیہات میں عموماً یہ روش پائی جاتی ہے کہ آس پاس کی مساجد میں میت کے اعلانات کر دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حسب وصیت ایسے ہی کیا گیا لیکن اس کے باوجود نماز جنازہ میں ہجوم عاشقاں امڈ آیا۔ مولانا غلام احد آف بارکندی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی نشست گاہ سے ملحقہ حصہ میں دفن کئے گئے۔ لوح تربت پر اپنا ہی ایک شعر رقم ہے

ولاړ په جنازه مې رحمت للعالمين وي
نه غسل نه تخته وي نه حاجت د كفن وي

تبصرۂ کتب

نوٹ: تبصرہ کیلئے کتاب کی دو جلدیں ارسال کی جائیں

عنوان: سعادت دارین کے چند لمحات حرمین شریفین میں (رپورتاژ)

تصنیف: علاء الدین عدیمؔ

سنِ اشاعت: مئی ۲۰۰۳ء

قیمت: ۱۰۰ روپے

تعداد: ۵۰۰

تبصرہ نگار: پروفیسر اشرف بخاری

عدیمؔ صاحب پرانے ادیب اور نثر نگار ہیں۔ ان کی ادبی تخلیقات کا اظہار مختلف اصنافِ ادب میں ہوا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ خوب ہوا ہے۔ آپ بنیادی طور پر دینی مزاج رکھتے ہیں اور تصوف کے اسرار و رموز بھی آپ کو اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی زیرِ نظر کتاب میں فرائض دینی کے ساتھ ساتھ ذوقِ تصوف کی آسودگی کا سامان بھی ملتا ہے۔ یہ کتاب جو حال ہی میں چھپی ہے فی الاصل حرمین شریفین کا سفرنامہ ہے یعنی مصنف کے حج اور عمرے کے سفروں کی روودادِ جمیل ہے۔

یوں تو اردو میں ارضِ حرم کی بیسیوں سفرنامہ اور حج اور عمرہ کے سفر کے بے شمار مطبوعہ کیفیت نامے ملتے ہیں اور ہر صاحبِ قلم نے بیش از بیش دیارِ رسول ﷺ سے اپنی عاشقانہ شیفتگی کے حوالہ سے سطر سطر میں دل گداختہ بکھیر رکھا ہے لیکن عدیم صاحب کا اسلوب گو تصنع اور آورد سے پاک صاف اور رواں دواں ہے لیکن جذبہ کی حرارت اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی۔

کہنا یہ تھا کہ حرمین شریفین کے بعض روداد نگاروں نے رنگین بیانی اور افسانہ طرازی کا سہارا لیا ہے لیکن زیرِ نظر کتاب کے مصنف کے یہاں ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔ یہ ان کی معتدل روش اور سلامتی طبع کی دلیل ہے۔

اس کتاب کا ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ جو حضرات حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں ان کیلئے یہ کتاب ایک گائیڈ کی حیثیت رکھتی ہے یعنی اس میں قریب قریب ان تمام اعمال کا ذکر آ گیا ہے جن کے بغیر حج یا عمرہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور انہیں سے متعلق بعض ایسے مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں جن کا بالعموم ناخواندہ تو کیا اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی اندازہ نہیں ہوتا۔

کتاب کے مطالعہ سے مصنف کے عشق رسالت مآب ﷺ کا اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں جہاں بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر مبارک آیا ہے ان میں سے بعض مقامات پر بہت خوبصورت نعتیہ اشعار نقل کر دیئے گئے ہیں۔

کتاب کا تیسرا اور پانچواں باب مصنف نے اپنے پیر طریقت پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی کے تذکرے اور ان کی یادوں کیلئے مخصوص کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور زرعی یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ انہوں نے محی الدین ابن عربی کی مشہور کتاب ''فصوص الحکم'' کی شرح ''تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم'' کے نام سے لکھ کر چھپوائی۔

عدیم صاحب ان سے بیعت تھے۔ تصوف کا یہی ثمرہ ہے کہ کتاب میں جہاں بھی موقع آیا ہے انہوں نے اسلام کے بزرگ صوفیاء کا تذکرہ بہت احترام اور عقیدت سے کیا ہے۔

بقیہ: شہہ لولاک ﷺ معراج کے آئینہ میں

حضور خلوت قوسین میں خدا سے ملے ادب سے، شرم سے، اخلاص سے حیا سے ملے

وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدَہٗ وَالْمَقْصُوْدَہٗ مَوْجُوْدَہٗ: جو چیز آپ چاہتے ہیں وہی آپ کا مقصود ہے اور جو چیز آپ کا مقصود ہے وہ آپ کیلئے رب العزت کی طرف سے حاضر ہے یعنی دین و دنیا کی جس چیز کی بھی آپ کو چاہت ہے اس کا حصول آپ کی ترجیحات میں شامل ہے۔ آپ کی ترجیحات خدائے بزرگ و برتر کی مدد سے حل کر رہتی ہیں۔ کن فیکون کا مالک اپنے حبیب پاک کی کسی طلب کو بھی تشنہ تکمیل نہیں رہنے دیتا۔ جس چیز کے حصول کی خواہش ہوتی ہے وہ فوراً بارگاہ ایزدی سے پوری ہو جاتی ہے۔

(جاری ہے)

غزل

منظور حسین شورؔ

وجہ تسکینِ جنوں، وصلِ نگاراں بھی نہیں
عشق آسان ہے مگر اس قدر آساں بھی نہیں

ہر تجلّی کیلئے ظرفِ نظر ہے درکار
جلوہ ارزاں ہے مگر اس قدر ارزاں بھی نہیں

جانے کیا سوچ کے ہر راہ میں رک جاتا ہوں
اس سے ملنے کا کسی موڑ پہ امکاں بھی نہیں

ہر نفس کھینچ رہا ہے کوئی رگ رگ سے لہو
اور نشتر کوئی پیوست رگِ جاں بھی نہیں

قافلے ہیں کہ گزرتے ہی چلے جاتے ہیں
منزلیں ہیں کہ کسی سمت نمایاں بھی نہیں

گل کا کیا ذکر کہ اے دوست میرے دامن پر
ایک مدت سے کسی خار کا احساں بھی نہیں

تو یہ الزام مرے ظرفِ جنوں پہ نہ تراش
عشق کافر بھی نہیں، عشق مسلماں بھی نہیں

شورؔ اٹھا دوں میں گل و لالہ کے پردے لیکن
یاں کوئی محرمِ اسرارِ گلستاں بھی نہیں